بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

WEEKLY BADR QADIAN.

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۴

شمارہ ۲۱

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب:- فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ ۷/۰ روپے
ششماہی ۴/۰ "
ممالک غیر ۸/- "
فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۲۷ ہجرت ۱۳۴۴ ہش	۲۵ محرم ۱۳۸۵ ہجری	۲۷ مئی ۱۹۶۵ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۵ مئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ مورخہ ۲۱ مئی بوقت ۹ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ٹائیفائڈ کے ٹیکے کی وجہ سے کچھ بے چینی اور حرارت رہی اس وقت طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۵ مئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی عام طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے بائیں بازو کا پلستر ابھی اتارا نہیں گیا۔ محترم موصوف کل صبح امرتسر کے ماہر ڈاکٹروں سے معائنہ کرانے امرتسر تشریف لے جا رہے ہیں۔ احباب جماعت محترم صاحبزادہ صاحب کے حق میں دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کی لمبی عمر عطا فرمائے اور خدمت دین کی بڑھ چڑھ کر توفیق دے۔ آپ کے اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

سپین میں تبلیغ اسلام

سپین کے نائب صدر اور دیگر معززین کو دعوت اسلام

لٹریچر کی تقسیم ۔ ملاقاتیں

مکرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ اسلام مقیم سپین

ہز ایکسی لینسی وائس پریذیڈنٹ مملکت سپین کو ہمیشہ اسلام کا لٹریچر بھجواتا رہا ہوں۔ ۱۷ فروری ساڑھے گیارہ بجے ہز ایکسی لینسی نے ملاقات کیلئے وقت دیا۔ اور مجھے اپنے دفتر میں بلا لیا خاکسار نے انکی خدمت میں قرآن کریم انگریزی کا تحفہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقدس اور مکمل کلام ہے۔ جو اس کے پیارے نبی سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور یہ قرآن کریم اصل تورات اور انجیل کی سچائی کو تسلیم کرتا ہے بائیبل کے بیان کردہ تمام انبیاء کو خدا تعالیٰ کے سچے مبعوث کردہ رسول مانتا ہے ما اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم کی سچائی پر آپ ایمان لائیں تا آسمانی برکات سے آپ اور آپ کی قوم بھی حصہ لے۔

میں نے ایڈریس میں مزید لکھا کہ قادیان کی ایک چھوٹی سی گمنام بستی میں سیدنا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں۔ جن کے مقدس وجود میں مسیح موعود کی آمد ثانی کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ آپ کی آمد کے ساتھ ایک نئے روحانی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اور مردہ پرستی اور ضلالت و گمراہی کے دور کا خاتمہ ہوتا ہے وائس پریذیڈنٹ صاحب نے نہایت تحمل اور غور سے ہماری باتوں کو سنا۔ اُن کی خدمت میں لائف آف محمدؐ۔ احمدیہ موومنٹ۔ کشتی نوح اسلام کا اقتصادی نظام کا سپانوی ترجمہ بھی پیش کیا۔ دروازہ تک الوداع کہنے آئے اور اسلامی طریق پر السلام علیکم کہا۔

ان کے پرائیویٹ سیکرٹری، ان کے ڈاکٹر اور پانچ لیفٹیننٹ کرنل فوجی افسروں کو بھی تبلیغ کا موقعہ ملا اور اسلامی اصول کی فلاسفی سپانوی ترجمہ مطالعہ کے لئے بطور تحفہ پیش کی۔ اہم مذہبی اور علمی شخصیتوں کو اسلامی اصول کی فلاسفی بطور تحفہ بھجوائی گئی۔

آرچ بشپ۔ اخبارات کے ایڈیٹر، یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اور ایک پادری صاحب کے علاوہ تیس افراد نے اسلامی اصول کی فلاسفی مطالعہ کے لئے حاصل کی۔

بہائیوں کے سنٹر میں تبلیغ اسلام

ایک دوست کے ہمراہ بہائیوں کے سنٹر میں گیا انکی جماعت کے بعض ممبروں کا ہمارے مشن سے تعارف ہے۔ انکی درخواست پر ڈیڑھ گھنٹہ لیکچر دیا کہ اسلام مکمل، عالمگیر اور دائمی مذہب ہے اسلام کی ہر تعلیم انسان کا تزکیہ نفس کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق قائم کرنے کا موجب ہے۔ پھر سیدنا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر کیا۔ سوالوں کا موقعہ دیا گیا۔ مگر سوائے پردہ کے اور کوئی سوال نہ کیا۔ بعض لوگوں نے اسلامی اصول کی فلاسفی حاصل کی۔ ان لوگوں کو مشن ہاؤس میں آنے کی دعوت دی۔ میں نے بتایا کہ میرے سامنے اسلام کی کسی بات کو پیش کرو۔ جو تمہارے نزدیک ناقابل عمل ہو۔ تب اس کو قابل عمل ثابت کرتے ہوئے اس کی گہری حکمت بتاؤں گا۔ میں نے طہارت اور وضو، پانچ نمازیں اور سجدہ وغیرہ کی حکمت بتائی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو صداقت اسلام کے قبول کرنے اور اسکی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ایک مشہور لیکچرار کے لیکچر میں شمولیت

ایک مشہور لیکچرار XAVIER ZUBIRI کے لیکچر میں شمولیت کی۔ ان کے لیکچر کا عنوان تھا "مذاہب کی تاریخ کے متعلق فلسفیانہ مشکلات" یہ صاحب عیسائی ہیں لیکن زیادہ تر اپنے مذہب کے عقائد کو سامنے رکھ کر دبی زبان سے اعتراضات کو پیش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے موجود ہونے پر بھی شبہات پیش کئے۔ خاکسار نے لیکچر کے بعد ان سے ملاقات کر کے بتایا کہ اللہ تعالیٰ یقینی طور پر موجود ہے لیکن اس کی کامل معرفت کے لئے پاکیزگی نفس کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے مقدس انبیاء سے ہمکلام ہوتا ہے۔ انہیں اسلامی اصول کی فلاسفی۔ کشتی نوح۔ احمدیہ موومنٹ مطالعہ کے لئے دیں۔

ابھی ہی روز ایک وکیل صاحب۔ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اور ایک اور صاحب کو بھی تبلیغ کا موقعہ ملا۔ اور انہیں اسلامی اصول کی فلاسفی مطالعہ کے لئے دی۔ دو پادری صاحبان کو بھی تبلیغ کا موقعہ ملا

ایک ہسپانوی نوجوان کا قبول اسلام

ایک نوجوان۔ D. FRANCISCO ..... مشن سے دو سال سے تعارف رکھتے تھے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی مطالعہ کے لئے لے گئے۔ اور شرائط بیعت کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور انہیں استقامت بخشے۔ اور دوسروں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ ان کا اسلامی نام ظفر اللہ رکھا گیا ہے۔ اپنے اہل و عیال کو بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو بھی اسلام کی ہدایت نصیب کرے آمین۔

ہر اتوار کو بازار میں جاتا ہوں۔ بوریوں پر تبلیغ اسلام کا بھی کافی موقعہ ملتا ہے۔ ہر دفعہ پانچ چھ نئے احباب اسلامی اصول کی فلاسفی مطالعہ کے لئے لے جاتے ہیں لوگوں میں مفت کارڈ تقسیم کر کے مشن ہاؤس میں آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

مشن ہاؤس میں میٹنگ

ہر اتوار کو مشن ہاؤس میں شام کو اجلاس منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں نو مسلم احباب کے علاوہ نئے آنیوالے احباب بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایک گھنٹہ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے سیرت النبیؐ۔ کشتی نوح۔ الفضل سے ملفوظات، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ نو مسلموں کو نماز کا سبق بھی دیا جاتا ہے۔ حاضری پندرہ بیس تک ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے فضل سے انفرادی طور پر تقریباً دو صد احباب تک پیغام اسلام پہنچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ملک کے عوام تک سچائی کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی تائید و نصرت سے سعید روحوں کو اسلام کی صداقت کو قبول کرنے اور حقیقی معنوں میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر پبلشر نے ساما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

محترم الحاج مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیری وفات پاگئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن

یہ خبر جماعت میں نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ سُنی جائے گی کہ سلسلہ عالیہ کے ایک مخلص عالم اور دیرینہ خادم الحاج مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیری مورخہ ۱۷ر مئی ۶۵ء کو حیدر آباد میں وفات پاگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم نے قادیان میں مولوی فاضل اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی۔ اور یہاں سے واپس یادگیر جانے کے بعد انہوں نے وکالت کا امتحان پاس کیا تھا۔ حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب یادگیری جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار دینی اور دنیوی نعمتوں سے نوازا تھا انہوں نے اپنے خرچ پر پچاس کے قریب طالب علموں کو قادیان میں دینی تعلیم دلوائی جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ یہ سارے نوجوان دینی تعلیم حاصل کر کے دکن کے علاقہ میں خدمتِ دین کا کام کر سکیں۔ اور جماعت احمدیہ یادگیر کی تعلیمی و تربیتی ضرورتوں کو پورا کر سکیں انہی میں سے ایک مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل بھی تھے۔ جو ۱۹۲۳ء میں حصول تعلیم کے لئے قادیان آئے تھے۔ اور یہاں سے تعلیم مکمل کر کے واپس گئے۔ اور پھر اپنے دکن میں ہی وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اور یادگیر میں ہی پریکٹس کرتے رہے۔

مرکز سلسلہ میں تعلیم و تربیت پانے کی وجہ سے مرحوم کے اندر خدمتِ دین کا جذبہ بہت نمایاں تھا۔ اور مقامی طور پر یا دور اپنے علاقہ میں آنریری طور پر تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے اس سلسلہ میں انہوں نے کئی تبلیغی پمفلٹ اور چارٹ تیار کئے تھے۔ جن میں سے جماعت احمدیہ کے سنین واری واقعات وغیرہ چارٹ بہت عمدہ اور مفید ہیں۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے چالیس خطبات کا ایک انڈیکس تیار کیا تھا۔ جو حقیقتاً بڑی محنت کا کام تھا اور حوالہ تلاش کرنے کے لئے بڑی مفید چیز ہے۔

جنوبی ہند میں تبلیغ کیلئے جو "جنوبی ہند تبلیغی فنڈ" چند سال قبل قائم کیا گیا تھا اسکے لئے چندہ وغیرہ کی [illegible] کے سلسلہ میں مرحوم جنوبی ہند کے احباب کو تحریک کیا کرتے تھے اور جنوبی ہند کے جلسوں اور دوروں کے وفود میں بھی شرکت کیا کرتے تھے اور خدا کے فضل سے مؤثر تقریر بھی کرتے تھے۔ مرحوم ایک لمبے عرصہ سے بلڈ پریشر اور دل کے مریض تھے اور ڈاکٹری مشورہ کے تحت پابند مکان تھے اور حیدر آباد میں ہی علاج کے سلسلہ میں مقیم تھے لیکن گذشتہ سال نومبر میں خاکسار راقم حیدر آباد گیا تو بظاہر مرحوم کی صحت بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اور انکی جسمانی بہتری کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ یا تو ڈاکٹروں کو غلطی لگی ہے یا پھر مریض وہم میں مبتلا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں نہ تھیں بلکہ وہ درحقیقت بیمار تھے۔ ظاہری صحت تو محض ایک سنبھالا تھا

۱۱ مارچ میں جب خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ کے ہمراہ یادگیر کے سفر پر گیا تو مرحوم حیدر آباد سے چند روز کیلئے یادگیر پہنچے اس وقت بھی انکی صحت اچھی معلوم ہوتی تھی لیکن پھر وہ یکدم بیمار ہو گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یادگیر کا یہ سفر محض قدرت کی طرف سے ایک مہلت تھی کہ وہ یادگیر جا کر اپنے عزیزوں، دوستوں اور اس ماحول سے ملاقات کر آئیں۔ جہاں انہوں نے عمر عزیز کا اکثر حصہ گذارا تھا۔ مرحوم کی وفات سے جماعت احمدیہ یادگیر کو ایک بڑا صدمہ اور نقصان پہنچا ہے پے در پے صدمات جماعت احمدیہ یادگیر کے اعلیٰ درجہ کے اخلاص و ایمان پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے ہی صدمات اور ابتلاؤں کے متعلق کہا گیا ہے کہ ؎ زیر این گنج کرم بنہادہ اند — ہمیں اس صدمہ میں جماعت احمدیہ یادگیر و حیدر آباد سے بالعموم اور خاندان حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ کے تمام افراد سے بالخصوص ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ — (ادارہ)

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۲۷ر مئی ۶۵ء

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں

اسی شمارہ سے "رجوع الی الحق کی دعوت" کے عنوان سے ایک مضمون مولانا صدر الدین اصلاحی کی کتاب "اسلام اور اجتماعیت" سے نقل کیا گیا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ امر بہت ہی واضح اور اعلیٰ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امتِ محمدیہ پر ایک وقت ایسا آنے والا تھا کہ اس میں عظیم الشان بگاڑ پیدا ہو جانا تھا۔ اور اسلامیانِ عالم سے روحانی بلکہ بے دینی کی ایک ایسی لہر میں بہہ جانے والے تھے کہ گویا اس وقت قرآن کریم کا نام اور اسلام کی صرف رسم باقی رہ جانی تھی۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ قرآن کریم اور احادیث کی یہ پیشگوئیاں آج سے کافی عرصہ پہلے لفظاً لفظاً پوری ہو چکی ہیں۔ اس میں دنیا بھر کے علماء متفق ہیں۔ اور وہ مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے بزبان حال اس کا اعلان و اعتراف کر چکے ہیں بلکہ اہل اسلام کی بے عملی اور بدحالی کے مرثیے تک لکھے جا چکے ہیں۔ (مولانا حالی) اور اپنی عملی اصلاح کی بجائے خدا کے عرش سے شکوے تک کئے جا چکے ہیں کہ کیوں وہ عرش سے اپنی نعمتیں نازل نہیں فرماتا (علامہ اقبال) حالانکہ خدا نے عرش سے صاف فرما دیا تھا کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کہ اہل اسلام کو تفرقہ اور انتشار سے بچانے کا صرف یہی ایک طریق ہے کہ وہ اپنے اختلاف و افتراق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کریں۔ اور اسی کے آستانے پر گر جائیں کہ وہی سب قوتوں کا منبع ہے۔

لیکن افسوس کہ مسلمانانِ عالم قرآن کریم کا یہ سبق بھول چکے ہیں وہ بڑی [illegible] یہ بات تو اعتراف کرتے ہیں کہ امت میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے [illegible] عظیم الشان بگاڑ کی اصلاح غیر [illegible] سے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ بھی برملا کہتے ہیں کہ امت مرحومہ میں تشتت و افتراق اور بے عملی اور بے دینی کے آثار مٹنے کے لئے واحد علاج یہی ہے کہ امت میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام عمل میں آئے۔ لیکن جب اس پر عمل کا وقت آتا ہے۔ تو اتنی تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اتنی میں میخ نکالی جاتی ہے کہ اس طریق علاج کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ آپ اسی مضمون کو اوّل سے آخر تک پڑھ جائیے۔ آپ کو یوں معلوم ہو گا کہ سوائے ایک آدھ بات کے یہ سارا مضمون جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا لکھا ہوا ہے۔ جو خدا کے فضل سے قرآنی ارشادات اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر حبل اللہ کو بڑی مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے ہے لیکن اگر صاحب مضمون اور ان کے ہمنواؤں کو دعوت دی جائے کہ وہ اپنے ہی پیش کردہ اس نظریہ پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کو راندۂ درگاہ اور واجب القتل تک قرار دینے میں بھی پس و پیش نہیں کریں گے۔

ہم یہ تو تسلیم نہیں کرتے کہ مسلمانانِ عالم اور ان کے علماء کے سینوں میں اسلام کے لئے درد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا اظہار وہ کئی طریق سے کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ وہ اس درد کا علاج بھی بیان کرتے ہیں۔ اور علاج بھی وہ بیان کرتے ہیں جو علیم و حکیم ہستی کا بتایا ہوا ہے۔ لیکن جب دم توڑتے ہوئے مریض کے حلق میں اس تریاق کے انڈیلنے کا مرحلہ آتا ہے تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا شروع ہوتا ہے۔

آخر ہم کیا کہتے ہیں؟ ہم بھی تو کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق امت میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ تو اس کی اصلاح بھی قرآن حکیم اور رسول اللہ صلعم کے ارشادات کے مطابق ہی ہونی ممکن ہے کوئی دوسرا طریق اس کے لئے قطعاً کارگر نہیں ہو سکتا۔ علمائے اسلام میں بڑے بڑے شعلہ بیان مقرر موجود ہیں۔ علماء کے اندر سیاسی اور مذہبی بصیرت بھی موجود ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بگڑی ہوئی امت کی اصلاح ہونے میں ہی نہیں آتی اور تشتت و افتراق ہے کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اسی مضمون میں آپ دیکھیں گے کہ بڑی شد و مد کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ امت کی اصلاح کے لئے سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کو رجوع الی الحق کی دعوت دی جائے۔ ہم یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر بقول آپ کے مسلمان پہلے ہی حق پر ہیں۔ تو اس رجوع الی الحق کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ وہی تو نہیں جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا اور جماعت احمدیہ ستر سال سے یہ کہتی چلی آ رہی ہے کہ

مسلماں را مسلماں باز کردند

اور یہی مسیح موعود کا کام تھا جو امت کے عظیم الشان بگاڑ کے بعد مقدر تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے ذریعہ یہ کام احسن طور پر انجام پا رہا ہے۔ پھر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ زبان سے تو آج اہلِ اسلام

یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اہل اسلام کے افتراق کا واحد علاج خلافت ہی ہے۔ لیکن خلافت کے قیام اور اس کے ساتھ وابستگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ علمائے اسلام اس امر پر تو زور دیتے ہیں کہ اسلام کے اندر ایک نئی اور مضبوط مرکزیت پیدا کرنے کے لئے خلافت کا احیاء ضروری ہے۔ وہ خلافت کے احیاء کا ادعا کرنے کے بعد جب یہ دیکھتے ہیں کہ خلافت کا قیام تو ان کے بس کی بات نہیں تو پھر ایک سیڑھی نیچے اتر کر امارت کا دامن تھامنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن کاش! وہ اس نکتے کو سمجھ جائیں کہ زمین کی تاریکیوں کو آسمان کی روشنیاں ہی دور کیا کرتی ہیں۔ ازل سے یہی ہوتا چلا آیا ہے اور اس امت کے لئے بھی یہ مقدر تھا کہ ایک نائب رسولؐ ایک مسیح محمدی مبعوث ہو گا۔ وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو رجوع الی الحق کی دعوت دے اور قرآنی نور اور آسمانی ہدایتوں سے فیض پا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ کی نیابت اور غلامی میں پھر مسلمان کے دل میں اسلام کی شمع روشن کرے۔ اور وہ اپنے وقت پر آ چکا کاش مسلمان اس نکتہ کو سمجھ جائیں کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت متقاضی ہے بعثت نبوت کی۔ خلافت ایک بچہ ہے نبوت کا۔ اور خلافت ایک ثمرہ ہے نبوت کا۔ اور یہی ہے جو آپ کہتے ہیں۔ مگر کرتے نہیں۔ (ف۔ا۔ گ)

معارف القرآن

اگر جماعت احمدیہ ایمان بالخلافت پر قائم رہی اور اس کے قیام کیلئے صحیح جدوجہد کرتی رہی تو خدا تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک سلسلہ خلافت قائم رہے گا

آیت استخلاف پر بعض اعتراضات کے مدلّل جواب

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر میں خلافت احمدیہ کے بارہ میں آیت استخلاف کی تفسیر کے تحت جو علمی نکات پر پُرلطف نوٹ رقم فرمایا اسے افادۂ احباب کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے ——— (ایڈیٹر)

آیت استخلاف کی جامع تفسیر فرمانے کے بعد حضور فرماتے ہیں:-

اب میں اُن اعتراضات کو لیتا ہوں۔ جو عام طور پر اس آیت پر کئے جاتے ہیں

پہلا اعتراض

اس آیت پر یہ کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں امتِ مسلمہ سے وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد سے اور امت کو خلیفہ بنانے کا وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد کو پس اس سے مراد مسلمانوں کو غلبہ و حکومت کا میسّر آجانا ہے نہ کہ بعض افراد کا خلافت پر متمکن ہو جانا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے

بے شک یہ وعدہ قوم سے ہے مگر قوم سے کسی وعدہ کے کئے جانے کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہو۔ بعض وعدے قوم سے ہوتے ہیں۔ لیکن افراد کے ذریعہ پورے کئے جاتے ہیں اور کہا یہی جاتا ہے کہ قوم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اس کی مثالیں دنیا کی ہر زبان میں ملتی ہیں۔ مثلاً ہماری زبان میں ہی کہا جاتا ہے کہ انگریز بادشاہ ہیں۔ اب کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ ہر انگریز بادشاہ ہے۔ ہر انگریز تو نہ بادشاہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ مگر کہا یہی جاتا ہے کہ انگریز بادشاہ ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں قوم حاکم ہے حالانکہ ساری قوم کہاں حاکم ہوتی ہے۔ چند افراد کے سپرد حکومت کا نظم و نسق ہوتا ہے اور باقی سب اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں قوم بڑی دولت مند ہے۔ مگر اس کے یہ معنے تو نہیں ہوتے کہ اس قوم کا ہر فرد دولت مند ہے۔ انگریزوں کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے دولتمند ہیں۔ حالانکہ اُن میں بڑے سے بڑے غریب بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے بڑے بھائی

مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم

نے ایک دفعہ سنایا کہ جب وہ لنڈن میں تھے تو ایک دن جس مکان میں وہ رہتے تھے۔ اس کا کوڑا کرکٹ اُٹھا کر خادمہ نے جب باہر پھینکا۔ تو ایک انگریز لڑکا جھپٹ کر آیا۔ اور اس نے کوڑے کرکٹ کے انبار میں سے ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا نکال کر کھا لیا۔ اسی طرح برنڈزی میں میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے سر پر برتن رکھ کر پانی لینے جاتی تھیں۔ اور اُن کے بچوں نے جو پتلون پہنی ہوئی تھیں اُن کا کچھ حصّہ کسی کپڑے کا ہوتا تھا اور کچھ حصّہ کسی کپڑے کا مگر کہا یہی جاتا ہے کہ یورپین بڑے دولتمند ہیں پس

قوم سے وعدہ

کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہو۔ کئی وعدے قوم سے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن پورے وہ افراد کے ذریعہ کئے جاتے ہیں۔ اس کی مثال ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (مائدہ رکوع) یعنی موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اُس نے تم میں اپنے انبیاء مبعوث کئے اور اُس نے تم کو بادشاہ بنایا۔ اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ سب بنی اسرائیل بادشاہ بن گئے تھے یقیناً ان بنی اسرائیل میں بڑے بڑے غریب بھی ہوں گے مگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام

ان سے یہی فرماتے ہیں کہ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اُس نے تم سب کو بادشاہ بنا دیا۔ مراد یہی ہے کہ جب کسی قوم میں سے بادشاہ ہو تو چونکہ وہ قوم ان انعامات اور فوائد سے حصّہ پاتی ہے جو بادشاہت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے بالفاظ دیگر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہو گئی۔ پس جب جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا کی موجودگی کے باوجود اس آیت کے یہ معنے نہیں کئے جاتے کہ ہر یہودی بادشاہ بنا۔ تو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے یہ کیونکر نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ یہ وعدہ بعض افراد کے ذریعہ پورا نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ امت کے ہر فرد کو خلافت کا انعام ملنا چاہیئے۔ پھر اگر اس سے قومی غلبہ بھی مراد لے لو تب بھی ہر مومن کو یہ غلبہ کہاں حاصل ہوتا ہے پھر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض افراد کو غلبہ ملتا ہے۔ اور بعض کو نہیں ملتا۔ صحابہؓ میں سے بھی کئی ایسے تھے جو قومی غلبہ کے زمانہ میں بھی غریب ہی رہے۔ اور ان کی مالی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضہ کا ہی لطیفہ

ہے کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی آپس میں جنگ ہوئی۔ اور صفین کے مقام پر دونوں لشکروں نے ڈیرے ڈال دیئے۔ تو باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے کیمپوں میں ایک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ جب نماز کا وقت آتا۔ تو حضرت ابوہریرہؓ حضرت علیؓ کے کیمپ میں آجاتے۔ اور جب کھانے کا وقت آتا تو حضرت معاویہؓ کے کیمپ میں چلے جاتے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ اُدھر علیؓ کی مجلس میں چلے جاتے ہیں اور اُدھر معاویہؓ کی مجلس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ وہ کہنے لگے نماز حضرت علیؓ کے ہاں اچھی ہوتی ہے اور کھانا حضرت معاویہؓ کے ہاں اچھا ملتا ہے۔ اس لئے جب نماز کا وقت ہوتا ہے میں اُدھر چلا جاتا ہوں اور جب روٹی کا وقت آتا ہے ادھر آجاتا ہوں

غیر مبائعین

کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ بلکہ اُن کا لطیفہ تو ابوہریرہؓ کے لطیفہ سے بھی بڑھ کر ہے میں ایک دفعہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی دوست نے ایک غیر مبائع کے متعلق سنایا کہ وہ کہتے ہیں کہ عقائد تو مولوی محمد علی صاحب کے درست ہیں مگر دعائیں میاں صاحب کی زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ گویا جیسے ابوہریرہؓ نے کہا کہ روٹی معاویہؓ کے ہاں اچھی ملتی ہے اور نماز علیؓ کے ہاں اچھی ہوتی ہے اسی طرح اُس نے کہا کہ عقائد تو مولوی محمد علی صاحب کے درست ہیں۔ مگر دعائیں اُن کی قبول ہوتی ہیں۔ غرض قوم میں بادشاہت آجانے کے باوجود پھر بھی کئی لوگ غریب ہی رہتے ہیں۔ مگر کہا یہی جاتا ہے کہ وہ قوم بادشاہ ہے کیونکہ جب کسی قوم میں سے کوئی بادشاہ ہو تو تمام قوم بادشاہت کے فوائد سے حصّہ پاتی ہے۔ اسی طرح جب کسی قوم میں سے بعض افراد کو خلافت مل

جائے تو یہی کہا جائے گا کہ اس قوم کو

وہ انعام ملا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہر فرد کو یہ انعام ملے۔

دوسری مثال

اس کی یہ آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ (بقرہ ع ۱۱) کہ جب یہود سے یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید جو کچھ اترا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ تو وہ کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا ہم تو اسی پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوا ہے۔ اور یہ امر صاف ظاہر ہے کہ وحی اُن پر نہیں اُتری تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتری تھی مگر وہ کہتے ہیں ہم پر اُتری۔ گویا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کے متعلق اُنْزِلَ عَلَیْنَا کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض افراد پر جو اس قسم کا انعام نازل ہو جس سے ساری قوم کو فائدہ پہنچتا ہو تو یہی کہا جاتا ہے کہ وہ ساری قوم کو ملا۔ چونکہ ملوکیت کے ذریعہ سے ساری قوم کی عزت ہوتی ہے اس وجہ سے جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا فرمایا۔ اور چونکہ خلافت سے سب قوم نے نفع اُٹھانا تھا۔ اس لئے خلافت کے بارہ میں بھی یہی کہا کہ تم کو خلیفہ بنایا جائے گا۔

دوسرا جواب

یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فعل نے اس امر پر شہادت دے دی ہے کہ اس کی اس آیت سے کیا مراد ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ کہا تھا کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ کہ وہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا اب اگر اللہ تعالیٰ کی اس سے جمہوریت مراد تھی۔ تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ جمہوریت قائم ہوئی یا نہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشاء تھا کہ بعض افراد امت کو خلافت ملے گی اور اُن کی وجہ سے وہ تمام قوم برکات خلافت کی مستحق قرار پا جائے گی تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا اس رنگ میں

مسلمانوں میں خلافت

قائم ہوئی یا نہیں؟ اس نقطہ نگاہ کے ماتحت جب ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد امت کو ہی خلافت ملی تھی۔ سب کو خلافت نہیں ملی پس اگر تو یہ مانو

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق نہیں رہے تھے۔ اور جس طرح شیعہ کہتے ہیں کہ امت میں صرف اڑھائی مومن تھے۔ اسی طرح نعوذ باللہ سب منافق ہی منافق رہ گئے تھے۔ اس لئے خلافت قومی کا وعدہ اُن سے پورا نہ ہوا۔ اور یا یہ مانو کہ خلافت کا طریق وہی تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً جاری ہوا۔ بہرحال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں جس رنگ میں خلافت قائم کی۔ وہ

خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت

ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت بتاتی ہے کہ قوم سے اس وعدہ کو بعض افراد کے ذریعہ ہی پورا کیا جائے گا۔

دوسرا اعتراض

اس آیت پر یہ کیا جاتا ہے کہ بہت اچھا ہم نے مان لیا کہ اس آیت میں افراد کی خلافت کا ذکر ہے مگر تم خود تسلیم کرتے ہو کہ پہلوں میں خلافت یا نبوت کے ذریعہ سے ہوئی یا ملوک کے ذریعہ سے مگر خلفاء اربعہ کو نہ تم نبی مانتے ہو نہ ملوک۔ پھر یہ وعدہ کس طرح پورا ہوا۔ اور وہ اس آیت کے کس طرح مصداق ہوئے؟

اس کا جواب

یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلوں کی خلافت یا نبوت کی شکل میں تھی یا ملوکیت کی صورت میں۔ مگر مشابہت کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ ہر رنگ میں مشابہت ہو بلکہ صرف اصولی رنگ میں مشابہت دیکھی جاتی ہے مثلاً کسی لمبے آدمی کا ہم ذکر کریں اور پھر کسی دوسرے کے متعلق کہیں کہ وہ بھی ایسا ہی لمبا ہے۔ تو اب کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ جب تم نے دونوں کو لمبا قرار دیا ہے تو یہ مشابہت کس طرح درست ہوئی ان میں سے ایک چور ہے اور دوسرا نمازی یا ایک عالم ہے اور دوسرا جاہل۔ بلکہ صرف لمبائی میں مشابہت دیکھی جائے گی۔ اس کی مثال ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل ع ۱) کہ ہم نے تمہاری طرف اپنا ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے۔ اور وہ ویسا ہی رسول ہے جیسا ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آپس میں مشابہت

بیان کی ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی ایک بادشاہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ ساری دنیا کے بادشاہوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا زمانہ صرف انیس سو سال تک تھا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا زمانہ قیامت تک کے لئے ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اہم فرق ہیں۔ مگر باوجود ان اختلافات کے مسلمان یہی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں۔ پس اگر اس قسم کے اختلافات کے باوجود آپ کی مشابہت میں فرق نہیں آتا تو اگر پہلوں کی خلافت سے بعض جزوی امور میں خلفائے اسلام مختلف ہوں تو اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے؟

اصل بات

جو اس آیت میں بتائی گئی تھی وہ یہ تھی کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو سنبھالنے کے لئے اُن کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی خاص حکمت نے بعض وجودوں کو ان کی مدمت کے لئے چن لیا تھا اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ بعض ایسے وجود کھڑے کرے گا جو آپ کی امت کو سنبھال لیں گے۔ اور یہ مقصد بہ نسبت سابق خلفاء کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے زیادہ پورا کیا ہے۔ پھر جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسیح ناصریؑ کو مبعوث فرمایا جو موسوی شریعت کی خدمت کرنے والے ایک تابع نبی تھے اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا اور اس طرح اس تابع نبوت کا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب حال

اُمتی نبی

ہے۔ دروازہ کھول دیا۔ اور آپ کے ذریعہ اس نے پھر آپ کے ماننے والوں میں خلافت کو بھی زندہ کر دیا۔ چنانچہ سلسلہ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد شروع ہوا۔ اور خلافت

ثانیہ تک ممتد رہا۔ اور اگر جماعت احمدیہ میں ایمان بالخلافت قائم رہا۔ اور وہ اس کو قائم رکھنے کے لئے صحیح رنگ میں جدوجہد کرتی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ وعدہ لمبا ہوتا چلا جائے گا۔ مگر

جماعت احمدیہ کو ایک اشارہ

جو اس آیت میں کیا گیا ہے کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ اور وہ اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح ہم نے پہلوں کو خلیفہ بنایا اسی طرح تمہیں خلیفہ بنائیں گے۔ یعنی خلافت کو ممتد کرنے کے لئے پہلوں کے طریق انتخاب کو مدنظر رکھو۔ اور پہلی قوموں میں سے یہودیوں کے علاوہ ایک عیسائی قوم بھی تھی جن میں خلافت بادشاہت کے ذریعہ سے نہیں آئی۔ بلکہ اُن کے ہاں روحانی سلسلہ دینی خلافت تھی۔ پس کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ میں پہلوں کے طریق انتخاب کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام

بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ کا الہام ہے

"کلیسیا کی طاقت کا نسخہ"

(تذکرہ صفحہ ۷۰۶)

یعنی کلیسیا کی طاقت کی ایک خاص وجہ ہے اس کو یاد رکھو۔ گویا قرآن کریم نے کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کے الفاظ میں جس نسخہ کا ذکر کر دیا تھا۔ الہام میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور بتایا گیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنا خلیفہ منتخب کرتے ہیں۔ اسی طرح یا اس کے قریب قریب تم بھی اپنے لئے خلافت کے انتخاب کا طریقہ ایجاد کرو۔ چنانچہ اس طریق سے تقریباً انیس سو سال سے عیسائیوں کی خلافت محفوظ چلی آتی ہے۔ عیسائیت کے خراب ہونے کی وجہ سے بے شک انہیں وہ نور حاصل نہیں ہوتا جو پہلے زمانہ میں حاصل ہوا کرتا تھا مگر جماعت احمدیہ اسلامی تعلیم کے مطابق اس قانون کو ڈھال کر اپنی خلافت کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک کے لئے محفوظ کر سکتی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق میں نے

آئندہ انتخاب خلافت

کے متعلق ایک قانون بنا دیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت احمدیہ ایمان بالخلافت پر قائم رہی اور اس کے قیام کے لئے صحیح جدوجہد کرتی رہی تو خدا تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک یہ سلسلہ خلافت قائم رہے گا۔ اور کوئی شیطان اس میں رخنہ اندازی نہیں کر سکے گا

ایک اعتراض

یہ کہا جاتا ہے کہ اگر خلافت کا مسلمانوں سے وعدہ تھا تو حضرت علیؓ کے بعد خلافت کیوں بند ہو گئی؟

اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ وعدہ شرطی تھا۔ آیت کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یہ وعدہ ان لوگوں کے لئے تھا جو خلافت پر ایمان رکھتے ہونگے اور حصول خلافت کے لئے جو مناسب قومی اعمال ہونگے وہ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ یہاں اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ ہیں۔ اور صالح کے معنے عربی زبان میں ایسے کام کے ہوتے ہیں جو مناسب حال ہو۔ چونکہ اس آیت میں خلافت کا ذکر ہے اس لئے اٰمَنُوْا سے مراد اٰمَنُوْا بالخلافت ہے۔ اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے مراد عَمِلُوْا عَمَلًا مُنَاسِبًا لحصول الخلافۃ ہے۔ اگر یہ شرط پوری نہ ہوگی تو خدا تعالےٰ کا وعدہ بھی پورا نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ کے بعد صرف لفظ خلافت باقی رہ گیا تھا لیکن عملاً بادشاہت قائم ہو گئی اور خلافت کے لئے جو شرط ہے کہ

تبلیغ دین اور تبلیغ اسلام

کرے وہ مٹ گئی تھی پس شرط کے ضائع ہونے سے مشروط بھی ضائع ہو گیا اور خدا تعالےٰ کا وعدہ ٹل گیا۔

ایک اعتراض

یہ کہا جاتا ہے کہ جب خلیفہ انتخاب سے ہوتا ہے تو پھر امت کے لئے اس کا عزل بھی جائز ہوا۔

اس کا جواب

یہ ہے کہ گو خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن یہ آیت نص صریح کے طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ امت کو اپنے فیصلہ کا اس امر میں ذریعہ بناتا ہے۔ اور اس کے دماغ کو خاص طور پر روشنی بخشتا ہے لیکن مقرر اصل میں اللہ تعالےٰ ہی کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کہ وہ خود ان کو خلیفہ بنائے گا پس خلفاء کا انتخاب مومنوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن

اللہ تعالےٰ کا الہام

لوگوں کے دلوں کو اصل حقدار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بتاتا ہے کہ جیسے خلفاء کو میں فلاں فلاں خصوصیات سے پیدا کر رہا ہوں۔ اور یہ خلفاء ایک انعام الٰہی ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں اس اعتراض کی تفصیل یہ ہوئی کہ کیا امت کو حق حاصل نہیں کہ وہ اس شخص کو جو کامل موحد ہے جس کے دین کو اللہ تعالےٰ نے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لئے خدا نے تمام خطرات کو دور کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے وہ شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ سے اسلام کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ معزول کر دے؟ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو

امت اسلامیہ معزول نہیں کر سکتی

ایسے شخص کو تو شیطان کے چیلے ہی معزول کرنے کا دعوےٰ کر سکتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس جگہ وعدہ کا لفظ ہے اور وعدہ احسان پر دلالت کرتا ہے۔ پس اعتراض کے معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ اس انعام کا انتخاب اللہ تعالےٰ نے امت کے ہاتھ میں رکھا ہے اُسے کیوں حق نہیں کہ وہ اس انعام کو رد کر دے۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ استنباط بدترین استنباط ہے جو انعام منہ مانگے ملے اس کا رد کرنا تو انسان کو اور بھی مجرم بنا دیتا ہے اور اس پر شدید حجت قائم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتے گا کہ اے لوگو! میں نے تمہاری مرضی پر چھوڑا اور کہا کہ میرے انعام کو کس صورت میں لینا چاہتے ہو .... تم نے کہا ہم اس انعام کو فلاں شخص کی صورت میں لینا چاہتے ہیں اور میں نے اپنے فضل اس شخص کے ساتھ وابستہ کر دیئے پھر جب میں نے تمہاری بات مان لی تو اب تم کہتے ہو کہ ہم اس انعام پر راضی نہیں۔ سو اب

اس نعمت کے رد کرنے پر

میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم ع ۱) اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ یعنی انتخاب کے وقت تو ہم نے امت کو اختیار دیا ہے چونکہ اس انتخاب میں ہم امت کی رہبری کرتے ہیں اور چونکہ ہم اس شخص کو اپنا بنا لیتے ہیں اس لئے اس کے بعد امت کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور جو شخص پھر بھی اختیار چلانا چاہے تو یاد رکھے کہ وہ خلیفہ کا مقابلہ نہیں کرتا بلکہ ہمارے انعام کی بے قدری کرتا ہے پس اگر انتخاب کے وقت وہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں شامل تھا تو اب اس اقدام کی وجہ سے ہماری درگاہ میں اس کا نام اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی فہرست سے کاٹا جائیگا اور فاسقوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

اس امت پر پھر یہ دن نہیں آئیں گے

"پس اے دوستو!!! مرنے سے پہلے اور وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے اس تحریک میں حصہ لے لو کہ اس اُمت پر پھر یہ دن نہیں آئیں گے۔"

نیز فرمایا:۔

یہ تحریک اتنی اہم تھی کہ اگر ایک مرتے ہوئے یا بیمار انسان کے کانوں میں پہنچ جاتی تو اس کی رگوں میں بھی خون دوڑنے لگتا اور وہ سمجھتا کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا۔"

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ

تحریک جدید کے متعلق مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں احباب جماعت سے گذارش ہے کہ جلد از جلد اپنے وعدوں سے دفتر ہذا کو اطلاع دیں ابھی تک بہت سے افراد کی طرف سے وعدہ جات کی اطلاع نہیں آئی۔ اور چونکہ تحریک جدید کے مالی سال کے سات ماہ گذر رہے ہیں۔ جلد از جلد ادائیگی کی بھی کوشش فرما دیں

وکیل المال تحریک جدید قادیان

جماعت احمدیہ کرڈاپلی اڑیسہ میں شادی کی ایک مبارک تقریب

مورخہ ۲۷ رمئی ۶۲ء بعد نماز عصر جماعت احمدیہ کرڈاپلی اڑیسہ کے ایک مخلص دوست عزیز مکرم میاں محمد صدیق صاحب سیکرٹری مال کی بڑی صاحبزادی عزیزہ بشریٰ بیگم کا نکاح مکرم محمد دریا ابن مکرم خدا داد محمد صاحب سے بعوض مہر -/۲۲۵۰ خدا کے فضل و رحم کے ساتھ مکرم مولوی محسن خاں صاحب مبلغ سلسلہ نے اعلان کیا۔ نیز رخصتانہ کی تقریب بھی اسی دن عمل میں آئی۔ احباب کرام اور بزرگان سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اس کار خیر کو دینی اور دنیوی لحاظ سے مبارک کرے۔ اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اس موقعہ پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ مکرم محمد صدیق صاحب موصوف جو علاقہ کی پنچایت کے ایک ممتاز اور سرگرم ممبر ہیں۔ غیر معمولی طور پر تقریباً تمام مقامی سرکاری اور غیر سرکاری معزز افسران نیز غیر مسلم عوام کو بھی مدعو کیا گیا۔

خاکسار سید صمصام الدین احمد عفا اللہ عنہ آف سونگڑہ

زعیم جماعت کوشلیہ واڑیسہ

اظہار تشکر اور درخواست دعا

مکرم محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر صوبہ بہار کی چھوٹی لڑکی راشدہ پروین نے امسال میٹرک سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ محترم موصوف کی اہلیہ صاحبہ نے مبلغ پانچ روپے شکریہ فنڈ میں ادا کئے ہیں۔

درویشان کرام اور بزرگان سلسلہ سے عزیزہ کی صحت رہنے اور آئندہ اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا فرمادیں۔

(ادارہ)

مصر کے سابق مفتیٔ اعظم

علامہ رشید رضا ایڈیٹر المنار کی طرف سے وفات مسیح کا اعتراف

"عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی وفات سرینگر میں ہوئی"

از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ

(۱)

علامہ رشید رضا الشیخ محمد عبدہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ مصر کے کالج ارشاد و الدعوۃ کے پرنسپل تھے۔ المنار جیسے مشہور اور بلند پایہ علمی رسالہ کے ایڈیٹر تھے جس میں انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر بھی تحریر کی ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی ذہنی اور فکری صلاحیتوں نے ان کو مفتی مصر کے عہدہ جلیلہ پر متمکن کیا۔ دراصل وہ لبنان کے ایک خوبصورت اور ساحلی گاؤں قلمون (طرابلس) کے رہنے والے تھے۔ مگر بچپن میں ہی مذہبی تعلیم کے لئے مصر چلے گئے۔ اور وہیں کے ہو رہے۔ ان کی پیدائش ۱۸۶۵ء میں ہوئی اور وفات ۱۹۳۵ء میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی عربی کتب ان کو بھیجا کرتے تھے۔ باوجود مخالف ہونے کے وفات مسیح کے مسئلہ میں علامہ رضا نے آپ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ اور نہ صرف اتفاق کیا بلکہ قبر مسیح کی نشاندہی میں بھی آپ نے بالی احمدیت کی تحقیق کو تسلیم کیا ہے۔ علامہ رضا نے حیات مسیح کے عقیدہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ عقیدہ دراصل عیسائیت کی طرف سے پیدا کردہ ہے۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں:-

هي عقيدة اكثر النصارى
وقد حاولوا في كل زمان منذ
ظهور الاسلام بثها في المسلمين
(الفتاوى)

یعنی حیات مسیح کا عقیدہ اکثر نصاریٰ کا ہے۔ ظہور اسلام سے ہی عیسائی ہمیشہ اس کی اشاعت کرتے رہے ہیں۔

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں "الهدى والتبصرة لمن يرى" نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کا مطالعہ علامہ رشید رضا نے بھی کیا اس کتاب کے مطالعہ کے زیر اثر علامہ موصوف نے المنار جلد ۵ اشاعت ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون زیر عنوان "القول بهجرة المسيح الى كشمير" حضرت مسیح کی کشمیر کی طرف ہجرت کے متعلق تحریر کیا ہم اس مختصر مضمون کو معہ ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ علامہ موصوف تحریر کرتے ہیں:-

يوجد في بلدة سري نفر (وتكتب نكر بالكاف المفخمة وهي كالجيم المصرية) مقبرة فيها مقام عظيم يقال هنالك انه مقام نبي جاء بلاد كشمير من زهاء الف وتسع مئة سنة يسمى يوز أسف، ويقال ان اسمه الاصلي عيسى صاحب (وكلمة صاحب في الهند لقب تعظيم كلقب أفندي عند الترك ومستر ومسيو عند الافرنج) وانه نبي من بني اسرائيل وانه ابن ملك وان هذه الاقوال مما يتناقله اهل تلك الديار عن سلفهم وتذكر في بعض كتبهم. وان دعاة النصرانية الذين ذهبوا الى ذالك المكان لم يسعهم الا ان قالوا ان ذالك القبر لاحد تلاميذ المسيح او رسله۔

ذكر ذالك بالتفصيل غلام احمد القادياني الهندي في كتابه الذي سماه (الهدى والتبصرة لمن يرى) وذكر فيه انه اكتفى بالاجمال دون تفصيل هذه المسألة يوجد في كتاب معروف هنالك اسمه (اكمال الدين) وذكر اكثر من سبعين اسما من اسماء اهل ذالك البلد الذين قالوا ان ذالك القبر هو قبر المسيح عيسى بن مريم ورسم صورة القبر بالقلم واما قبر المسيح فوضعه في كتاب بالرسم الشمسي (الفوتغرافي) مكتوبا عليه (مقبرة عيسى صاحب) غلام احمد هذا يفسر الايواء في قوله تعالى (وجعلنا ابن مريم وامه اية وآويناهما الى ربوة ذات قرار ومعين) بالهجرة الى الهند والتجاء الى تلك بلدة في كشمير فان الايواء يستعمل في مقام الانقاذ والتنجية من الهم والكرب والمصائب والمخاوف واستشهد بقوله تعالى (الم يجدك يتيما فآوى) وقوله (واذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فآواكم وايدكم بنصره) وقوله حكاية عن ولد نوح (ساوي الى جبل يعصمني من الماء) والربوة المكان المرتفع وبلاد كشمير من اعلى بلاد الدنيا وهي ذات قرار مكين وماء معين والمشهور عند المفسرين ان هذه الربوة هي رملة فلسطين او دمشق الشام۔

ولو آوى الله المسيح وامه اليهما لما خفي مكانهما فيها لاسيما اذا كان ذالك بعد محاولة صلبه وتالب اليهود عليه كما يدل عليه لفظ الايواء الذي يستعمل في القرآن الا في الانقاذ من المكروه كما علم من الامثلة المذكورة انقاذ ومثلها قوله تعالى في الانصار رضي الله عنهم (والذين آووا ونصروا) وفي يوسف عليه السلام (آوى اليه اخاه قال اني انا اخوك فلا تبتئس بما كانوا يعملون) وفي آية اخرى (فلما دخلوا على يوسف آوى اليه ابويه وقال ادخلوا مصر ان شاء الله آمنين) ولم يكن المسيح قبل تالب اليهود عليه والسعي لقتله وصلبه في مخافة يحتاج فيها الى الايواء في مامن منه. فهجرته الى الهند وموته في ذالك البلد ليس ببعيد عقلا ولا نقلا۔

ترجمہ:- سرینگر شہر میں ایک مقبرہ ہے۔ جس میں ایک عظیم مزار ہے جس کے متعلق وہاں کہا جاتا ہے کہ یہ مقام ایک نبی کا ہے۔ جو ۱۹۰۰ سال گزرے کہ کشمیر کے علاقہ میں آیا جسے یوز آسف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کا اصلی نام عیسیٰ صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ہے اور وہ بنی اسرائیل کا نبی ہے۔ اور وہ بادشاہ کا بیٹا ہے۔ یہ وہ مختلف اقوال ہیں جو اس علاقہ کے باشندگان اپنے بزرگوں سے بیان کرتے آئے ہیں۔ اور یہ امور ان کی بعض کتابوں میں ذکر کئے گئے ہیں۔ نصرانیت کے پادری جو اس جگہ گئے ہیں۔ ان کو بھی یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کہ یہ قبر مذکور حضرت مسیح کے شاگردوں میں سے کسی ایک کی ہے یا آپ کے نمائندہ کی۔

یہ جملہ امور مفصل غلام احمد قادیانی الہندی نے اپنی کتاب الهدى والتبصرة لمن یری میں بیان کئے ہیں۔ اور اس کتاب میں آپ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اختصار پر ہی کفایت کرتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کی تفصیل کو چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ اس کی قدرے تفصیل مشہور کتاب اکمال الدین میں پائی جاتی ہے اس شہر کے ستر سے زیادہ باشندوں کے ناموں سے یہ بات بیان کی گئی ہے۔ کہ یہ قبر مسیح ابن مریم کی ہے۔ قبر کی تصویر قلمی ہے۔ مگر مزار کا باقاعدہ فوٹو لگایا گیا ہے۔ جس پر قبر عیسیٰ صاحب تحریر ہے۔

یہ غلام احمد مذکور لفظ ایواء کی کلام ربانی کے مطابق (وجعلنا ابن مريم وامه آية وآويناهما الى ربوة ذات قرار ومعين) یہ تفسیر کرتے ہیں، کہ آپ نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور کشمیر کے اس شہر مذکور میں پناہ لی۔ کیونکہ لفظ ایواء کا استعمال بچنے اور مصیبت، غم، گھبراہٹ اور خوف سے نجات حاصل کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

جس کے لئے آپ نے کلام ربانی کی اس آیت کو بطور استشہاد کے پیش کیا ہے

(۱) الم يجدك يتيما فآوى

(۲) واذكروا اذ انتم قليلون مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فآواكم وايدكم بنصره۔ ۲۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق کلام ربانی میں ہے ساوي الى جبل يعصمني من الماء۔ ربوہ کے معنے بلند جگہ کے ہیں کشمیر کا علاقہ دنیا کے بلند ترین علاقوں میں سے ہے اور وہ جگہ قابل رہائش اور میٹھے چشموں والی بھی ہے۔ مفسرین

کے نزدیک یہ مشہور ہے کہ یہ ربوہ فلسطین کا علاقہ رملہ یا دمشق شام ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے مسیح اور ان کی والدہ کو ان دو مذکورہ شہروں کی طرف پناہ دیتا تو ان دونوں کی جگہ وہاں پوشیدہ نہ ہوتی۔ خصوصاً جبکہ یہ واقعہ آپ کو صلیب دیئے جانے کے معاً بعد ہوا۔ اور یہود کی گرفت آپ پر بہت ہی سخت تھی جیساکہ اس پر لفظ الیوار دلالت کرتا ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں صرف مصیبت سے بچنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جیساکہ مذکورہ بالا مثالوں میں ابھی بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی مثال کلام ربانی میں یوں ہے جو کہ انصار رضی اللہ عنہم کے متعلق ہے۔ یعنی (الذین آووا ونصروا) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ہے۔ آوی الیہ اخاہ قال انی اخوک فلا تبتئس بما کانوا یعملون۔ اور دوسری آیت یہ ہے (فلما دخلوا علی یوسف آوی الیہ ابویہ وقال ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین) حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز اس خوف میں نہ تھے کہ یہود کی گرفت اور آپ کے قتل وصلیب کی سازش سے پہلے پناہ کی ضرورت محسوس کریں تاکہ آپ اس خطرہ سے بچ جائیں۔

ان حالات میں آپ کا ہندوستان کی طرف بھاگ جانا اور اس شہر مذکور (سری نگر) میں آپ کی وفات ہونا عقلی اور نقلی لحاظ سے بعید نہیں ہے۔

الغرض مصر کے مفتی علامہ رشید رضا نے وفاتِ مسیح اور قبر مسیح کے متعلق بانی احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی تحقیق کو تسلیم کیا ہے۔

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

درخواستِ دعا

مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بچیوں کے بعد فرزند عطا فرمایا ہے۔ نومولود کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے اور اولاد کے خادمِ دین ہونے کے لئے دعا فرمائی جائے۔

خاکسار
عبدالحلیم چارکوٹ

رجوع الی الحق کی دعوت!

جناب مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی نے اپنی کتاب "اسلام اور اجتماعیت" میں ایک بابؐ ملی انتشار کے دینی تقاضے" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے بڑے زور کے ساتھ رجوع الی الحق کی دعوت دی ہے۔ یہ رجوع الی الحق وہی ہے جسے ہم

مسلماں را مسلماں باز کردند

کے الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔

اس کے متعلق ہم ایک علیحدہ نوٹ ادارتی کالموں میں دے رہے ہیں۔

(ادارہ)

ایک دوسرا ارشاد نبویؐ ملاحظہ ہو:۔

اِنَّ الدِّیْنَ بَدَءَ غَرِیْبًا وَیَرْجِعُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ۔ (ترمذی جلد دوم صفحہ ۹۲)

دین کا آغاز غربت کے عالم میں ہوا تھا۔ اور ایک وقت چل کر وہ پھر اسی عالم میں لوٹ جائے گا۔ تو مبارکی ہو ان غرباء کے لئے جو اس وقت میری سنت میں کی اُن چیزوں کو پھر سے درست کریں گے جنہیں لوگوں نے بگاڑ رکھا ہے۔

اس حدیث میں امت کی آئندہ بگڑی ہوئی حالت کی خبر دیتے ہوئے جن لوگوں کو خوش بخت اور قابلِ مبارکباد قرار دیا گیا ہے، غور کیجئے وہ کون اور کن صفات کے لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے کے ان اجزاء کو پھر سے ٹھیک ٹھاک کریں گے جنہیں غافلوں اور بدعملوں کے ہاتھوں نے بگاڑ رکھا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں آئندہ کی ایک خبر دینے سے زیادہ دراصل ایک وصیت فرمائی ہے۔ اور یہ کہ جب کبھی آپؐ کی "سنت" کے کسی جزو پر آنچ آئے۔ صاحبِ احساس مسلمان اُس کی حفاظت یا بحالی کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ دنیا میں زندگی بسر کرنے اور اللہ کا بندہ بن کر رہنے کا جو طریقہ آپ چھوڑ گئے ہیں اس کے کسی ایک حصہ کو بھی بے پروائی کے ساتھ حوادثِ زمانہ کی نذر ہو جانے دینا ایمان کی موت ہے۔ چاہئے قانون رفتہ کی نگاہ میں اس کی اہمیت چھوٹی سے چھوٹی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جہاں تک اللہ کی بندگی اور رسولؐ کی پیروی کا تعلق ہے۔ آپ کی ہر سنّت سنت ہے۔ اور آپ کا قائم کیا ہوا کوئی ایک نقشِ قدم بھی نہیں جسے مومن کی نگاہ مٹا یا مٹتا ہوا دیکھ سکے۔

یہاں ذرا اُسی سوال کو سامنے لائیے اور سوچیے کہ کیا امت کے بند بند کا اُکھڑ جانا اور اس طرح شریعت کے بیشمار احکام کا معاملاتِ زندگی سے بے تعلق ہو کر رہ جانا سنت کا کوئی چھوٹا موٹا بگاڑ ہے؟ یقیناً نہیں۔ یہ بگاڑ تو اتنا بڑا اور اتنا مہلک ہے کہ اس سے زیادہ بڑے مہلک بگاڑ کا دین و سنتِ رسولؐ کے بارے میں تصور بھی مشکل ہے۔ پھر اس سب سے بڑے اور مہلک بگاڑ کے سلسلے میں وصیتِ نبویؐ کا حق کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے؟ یعنی ان لوگوں کے کرنے کا کام کیا ہوگا جو صحیح معنوں میں سلام کے پیرو ہوں اور جن کو "غرباء" کا خطاب مل سکتا ہو؟ بلاشبہ اس سوال کا بھی ایک ہی جواب ہوگا۔ اور وہ یہ کہ ملت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے درست کرنے اور اس کے مطلوبہ نظمِ اجتماعی کو از سرِ نو قائم کر ڈالنے کی [illegible] طالب ہو جائیے۔ اور اس کی خاطر سرِ دھڑ کی بازی لگا دیجئے جو کہ [illegible] سکتی ہو۔

قرآنؐ اور سنتؐ کے بعد اگر فقہیؒ اور کلامی اصولوں سے بھی دیکھنا چاہیں تو اس بارے میں جیسا کہ ہونا چاہیئے۔ اس سے مختلف کوئی چیز نہ پائیں گے چنانچہ گذشتہ ابواب میں "نظمِ مملکت کی دینی ضرورت" کے زیرِ عنوان آئمۂ اسلام کی یہ تصریحات آچکی ہیں کہ قیامِ خلافت کے واجب ہونے پر امت کا اجماع ہے اور اس قیامِ خلافت کی ضرورت علامہ تفتازانی کے لفظوں میں اس لئے ہے کہ "بہت سے واجباتِ شرعیہ کی بجاآوری اسی چیز پر موقوف ہے" (لان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ) یہ دونوں حقیقتیں اگر ناقابلِ انکار ہیں تو یہ بات بھی ناقابلِ انکار ہی ہوگی کہ یہ دونوں ایک تیسری حقیقت کا وجود ضروری ٹھہراتی ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگر اُمت میں اجتماعیت اور تنظیم باقی نہ رہ گئی ہو تو اس کا فرض ہوگا کہ اسے پھر سے اپنے اندر قائم کرے کیونکہ یہی اجتماعیت اور تنظیم وہ چیز ہے جس پر خلافت و امامت کا قیام موقوف ہے۔ اگر دیواروں کے بغیر چھت نہیں بنائی جاسکتی تو نظمِ اجتماعی کے بغیر نظمِ خلافت بھی قائم نہیں کیا جاسکتا۔ مانا ہوا اصول ہے کہ وہ کام بھی فرض بن جاتا ہے جس پر کسی فرض کا ادا ہونا موقوف ہو۔ بہت سے دینی احکام کی بجاآوری ایک امامؐ کے تقرر پر موقوف ہے۔ اور امام کا تقرر امتؐ کے شیرازہ بند ہونے پر منحصر ہے۔ اس لئے پہلی بات کا ضروری ہونا دوسری کے ضروری ہونے کی دلیل بن گیا اور جب دوسری ضروری ہو گئی تو اس سے تیسری کا بھی ضروری ہونا آپ سے آپ لازم آگیا۔

نظمِ اجتماعی کی بحالی کا طریقہ

یہاں پہنچ کر ہمارے سامنے قدرتی طور پر یہ سوال آکھڑا ہوتا ہے کہ اس کام کا صحیح طریقہ کیا ہوگا؟ یہ امت جو ایک بھیڑ کی شکل اختیار کر چکی ہے پھر "الجماعۃ" کس طرح بن سکتی ہے؟ اور اسے اس کی کھوئی ہوئی منظم اجتماعیت واپس کیسے مل سکتی ہے؟ یہ سوال بجائے خود تو کافی اہم تھا ہی، مگر موجودہ صورتِ حال نے اسے اور زیادہ اہم اور سنگین بنا دیا ہے کیونکہ یہ سوال اگرچہ ایسا فطری اور عملی سوال تھا جو سوجھ بوجھ رکھنے والوں کے ذہن میں برابر سوچا جاتا رہا ہے لیکن اس سوچ بچار کے سلسلے میں اب تک عام طور پر جو کچھ سُنا اور دیکھا گیا ہے وہ سخت نا تسلی بخش ہی نہیں بلکہ بجائے خود اختلاف و انتشار کی ایک افسوسناک مثال ہے جس کے نتیجے میں یہ مسئلہ بہت کچھ اُلجھ بھی گیا ہے۔ اس لئے اس پر ہمیں پوری توجہ سے غور کرنا ہوگا۔

اس غور و فکر کی ابتداء کرتے وقت تین بنیادی اور مسلّم حقیقتیں ہمارے ذہنوں میں بالکل واضح رہنی چاہئیں۔

ایک تو یہ کہ اُمتِ مسلمہ کو ضرورت، جیسا کہ "اسلامی اجتماعیت" کی بحث میں تفصیل سے بتایا جا چکا، کسی جبر والی بے قید اجتماعیت کی نہیں ہے بلکہ اس کو ایک مخصوص قسم کی اجتماعیت اور وحدت مطلوب ہے جس کا شیرازہ صرف اللہ کی رسّی ہو، اور جس کے وجود کا مقصد تمامتر امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامتِ دین کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

دوسری یہ کہ جس طرح منظم اجتماعیت کی بحالی ایک دینی ضرورت ہے اسی طرح اس بحالی کا طریقہ بھی "دینی" ہی ہونا چاہیئے۔ یعنی اس طریقے کا تعین صرف کتاب الٰہی اور سنتِ رسولؐ کریں گی نہ کہ زید وبکر کے فلسفے اور نظریئے۔ یا غیر اسلامی تحریکوں کے تجربے اور سنتیں۔

تیسری یہ کہ ہم جس طرح اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، سے کوئی راست اور صریح ہدایت نہیں پاسکتے کہ ملّی انتشار کی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اس بارے میں بھی نہیں پاسکتے کہ جو کچھ کرنا ہے اسے کس طرح کرنا چاہیئے؟ اور یہاں بھی وجہ ٹھیک وہی ہے جو وہاں تھی۔ یعنی یہ کہ اس وقت امت کی جس حالتِ اختلاف کو سامنے رکھ کر ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ اس حالت سے بہت مختلف ہے جس میں آنحضرتؐ کو کام کرنا پڑا تھا۔

ہمارے سامنے ایک ایسی مسلمان ملت کی اصلاح وتنظیمِ نو کا مسئلہ ہے جو پہلے سے موجود چلی آرہی ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسئلہ ایک نئی امت کی تشکیل کا تھا۔ اس لئے نظمِ اجتماعی کی بحالی کا کام کرنے کے لئے اگر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسوے اور طریقِ کار سے کوئی ہدایت مل سکتی ہے۔ تو وہ آپؐ کے اُسوے سے اخذ کی ہوئی ہدایت ہی ہو سکتی ہے۔ پھر یہ بات یہیں تک نہیں رہتی بلکہ اس کے تقاضے اور آگے تک پہنچتے ہیں دونوں حالتوں کے اُس فرق کی وجہ سے جس کا ذکر ابھی ہوا۔ اگر زیرِ بحث حالت کے لئے صریح اور براہِ راست رہنمائی اسوۂ نبویؐ سے نہیں مل سکتی تو خود قرآن مجید سے بھی نہیں مل سکتی۔ اس کی وجہ قرآن حکیم کی وہ مخصوص نوعیت ہے جو اُسے خالص علمی کتابوں سے ممیز کرتی ہے یعنی یہ کتاب [illegible] وہ اپنے موضوع سے تعلق رکھنے والی تمام ممکن باتوں

اور حالتوں کو ایک ایک کر کے لیتی ہیں۔ ان کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کرتی چلی جاتی ہیں۔ ابتداءً ان کو اس بات سے بہت کم بحث ہوتی ہے کہ اس وقت ان کے مخاطب کے عملی مسائل صورت کیا ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو ان کا کوئی متعین مخاطب نہیں ہوتا۔ اور وہ بالکل تصورات کی دنیا میں اپنے فلسفے بگھارتی رہتی ہیں۔ لیکن اللہ کی کتاب انسانیت کا ہاتھ پکڑ کر اسے فلاح کی منزل تک پہنچانے کے لئے آئی تھی۔ اس کا ایک متعین مخاطب تھا۔ اور ایک متعین مشن۔ وہ جو کچھ بھی ضرورت وقت کے تقاضے ہی پر کہتی تھی۔ اس نے اس نئی امت مسلمہ کو تنظیم اجتماعیت کے ہتھیاروں سے مسلح کرنے کے سلسلے میں ہدایتیں دیتے وقت اگر ایک نئی امت کی تشکیل ہی کے مسئلے کو پیش نظر رکھا اور پہلے سے موجود کسی پراگندہ مسلمان ملت کو ذہن میں رکھ کر اس سے متعلق کوئی بات نہیں فرمائی تو اسے ایسا کرنا ہی چاہیئے تھا۔

ان دونوں واضح اور مسلم حقیقتوں کو ذہن میں رکھیئے۔ اس کے بعد اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر نظر ڈالیئے۔ اور یہ دیکھیئے کہ ان کی رو سے ملت کی نئی تنظیم کا صحیح طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید نے امت مسلمہ کی تشکیل کے وقت اسے متحد و منظم کرتے چلے جانے کے بارے میں جو بنیادی ہدایتیں دی تھیں۔ ان کا تعارف پچھلے اوراق میں "اسلامی اجتماعیت" کے زیر عنوان پوری تفصیل سے گزر چکا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہدایتوں کی تعمیل کس طرح کی تھی۔ یہاں ان ساری چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس اہم سوال پر غور کیجیئے کہ ملت کی تنظیم جدید کے مسئلے میں ان قرآنی ہدایتوں کی اور اس نبوی طریق عمل کی اصولاً کیا حیثیت ہوگی؟ آیا ان ہدایتوں کا اطلاق اس معاملے پر بھی ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ہوگا تو کس حد تک؟

اس سوال کو حل کرنے کے لئے ہمیں قرآن مجید کی ان ہدایتوں کے الفاظ اور انداز بیان کا، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] طریق عمل کی عملی نوعیت کا گہرے سے جائزہ لینا ہوگا اور گہری نظر ڈال کر دیکھنا ہوگا کہ ایک خاص صورت حال سے متعلق ہونے کے باوجود ان کے اندر عموم کی شان پائی جاتی ہے یا نہیں؟ یعنی ان کی حیثیت بنیادی طور پر عام اور اصولی ہدایات کی ہے یا حقیقت واقعی اس کے برعکس ہے؟ یہ جائزہ ہمیں اس کا جواب واضح طور پر اثبات میں دے گا۔ کیونکہ متعلقہ آیتوں میں ہم اس طرح کا کوئی اشارہ بھی نہیں پاتے جس سے یہ محسوس کیا جا سکے کہ قرآن کی یہ ہدایتیں بنیادی طور پر صرف [illegible] کے ذریعہ بننے والی ایک نئی امت کی تشکیل و تنظیم ہی سے تعلق رکھتی ہیں [illegible] پہلے سے موجود مسلمان ملت کی اصلاح و تعمیر و تنظیم کے مسائل سے [illegible]

ہم [illegible] دیکھتے ہیں کہ ان آیتوں [illegible] فرمایا گیا ہے۔ ان میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو مسلم اصولی ہدایت کی شان نہ رکھتی ہو۔ حتی کہ ان میں خطاب کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ بھی بالکل عمومی ہے۔ یعنی بات یوں نہیں فرمائی گئی ہے کہ اے نبی! امت مسلمہ کی تشکیل و تنظیم ان بنیادوں پر کرو، یا اے اصحاب نبی! تمہیں ان خطوط پر اپنے کو سنوارنا اور منظم کرنا چاہیئے بلکہ یوں فرمائی گئی ہے کہ "اے اہل ایمان! اللہ کا ٹھیک ٹھیک تقویٰ اختیار کرو .... اور تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو" کیا یہ اس حقیقت کا واضح قرینہ نہیں کہ اہل ایمان کو اپنی تنظیم کا فریضہ ہمیشہ انہی خطوط پر انجام دینا چاہیئے، چاہے وہ اس وقت کے "اہل ایمان" ہوں جب کہ امت کی تشکیل ہو رہی تھی، چاہے بعد کے کسی دور کے "اہل ایمان" ہوں، جب کہ ملت کے منتشر ہو جانے کے باعث اس کی تنظیم جدید کی ضرورت پیش ہوگی۔

عقلی پہلو سے دیکھا جائے تو اس کے نتیجے میں بھی کوئی دوسری بات نہ پائی جائے گی۔ کیونکہ معاملہ چاہے تشکیل امت کا ہو چاہے بعد کی تنظیم کا یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ مقصد دونوں کا ایک ہی ہے جب مقصد ایک ہے، تو صرف اتنی سی بات ہے کہ ایک کے ارکان 'باہر' سے چھانٹ چھانٹ کر اکٹھے کئے جاتے ہیں اور دوسری کے اندر ہی سے بلائے جاتے ہیں۔ کام کے طریقوں میں کون سا بنیادی فرق پڑ سکتا ہے؟ ہاں جہاں تک افراد کے اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی حقوق کا تعلق ہے۔ اس 'اندر' اور 'باہر' کی بنا پر فرق ضرور واقع ہو جائے گا۔ اور ایک غیر مسلم کے مقابلے میں ایک بے عمل مسلمان کے حقوق بھی بہر حال کہیں زیادہ ہوں گے۔ خواہ اس دعوت تنظیم کے جواب میں اس کا رویہ معاندانہ ہی کیوں نہ ہو۔ بس یہی ایک فرق ہے جو دونوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ فرق اپنی جگہ بڑا عظیم فرق ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ تنظیم ملت کے بنیادی اصولوں پر وہ کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتا۔ اثر انداز ہونا تو الگ رہا۔ اس فرق کا اس مسئلے سے کوئی تعلق ہی نہیں دکھائی دیتا۔

غرض جس پہلو سے بھی دیکھیئے، ملت کی تنظیم جدید کا طریقہ بھی بنیادی طور پر وہی ہوگا جو امت مسلمہ کی تشکیل کے متعلق قرآن حکیم اور اسوۂ رسول میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ ان نکات پر مشتمل ہوگا:

(۱) کام کی ابتداء 'رجوع الی الحق' کی دعوت عام سے [illegible] کہ وہ [illegible] کس سطح پر کس کام کے لئے موجود ہے، اور جس دین سے اپنی وابستگی کا دعویٰ رکھتی ہے۔ وہ اس کے افراد کو کن صفات سے آراستہ، اور اسے اجتماعی طور پر کس مقدس مہم میں مشغول دیکھنا چاہتا ہے۔ اس "تذکیر عام" کے جواب میں اس کے جو افراد [illegible] ساتھ لبیک کہہ کر آگے بڑھیں، انہیں بتایا جائے کہ تمہارے آقا و مولیٰ کا مطالبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دو، اور اس کی رضا کے سوا تمہارے سامنے اور کوئی چیز ایسی نہ رہ جائے جس پر تمہاری نگاہیں ٹک سکیں (اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۵)

(۲) جو لوگ 'رجوع الی الحق' کی اس دعوت کو فکری طور پر اطمینان قلب کے ساتھ قبول کر لیں، اور عملی طور پر اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرنے پر تیار ہو جائیں، انہیں بتایا جائے کہ اپنے جس کھوئے ہوئے مقصد کو تم پھر سے اپنا رہے ہو وہ ایک عظیم مقصد اور ایک دشوار مہم ہے۔ تم اسے سر کرنے کے قابل اس وقت تک ہرگز نہیں بن سکتے جب تک کہ تم سب ایک تنظیم، ایک وحدت اور ایک 'بنیان مرصوص' نہ بن جاؤ۔ اس کے علاوہ تمہارے مومن و مسلم ہونے کا فطری تقاضا بھی یہی ہے۔ اس لئے تمہارا الگ الگ 'متقی' اور 'مسلم' بن جانا ہی کافی نہ ہوگا، بلکہ ضروری ہے کہ تم سب مل کر ایک ایسی منظم جماعت بن جاؤ۔ جو اپنے اجتماعی وجود میں، بجائے خود بھی ایک "مومن، متقی اور مسلم" وجود ہو۔ اس طرح جو لوگ ایک منظم جماعت کی شکل اختیار کر لینے کے لئے تیار ہوں ——— اور اگر وہ اپنے 'رجوع الی الحق' کے فیصلے میں مخلص ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے لئے تیار نہ ہوں ——— انہیں اس تنظیم کا جزو ترکیبی بنانے والی چیز 'حبل اللہ' (یعنی اللہ کے دین) اور 'دخول فی السلم' (یعنی کامل اطاعت) کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیئے کسی ایسے شخص کو اس تنظیم میں ہرگز نہ لیا جائے جسے کوئی اور رشتہ لا کر جوڑ رہا ہو۔ جس کا حقیقی محرک اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے سوا اور کچھ ہو۔ اور جس کے سامنے امر بالمعروف، شہادت حق، اور اقامت دین ہی کا فریضہ انجام دینا نہ ہو۔ (واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا)

(۳) قائم ہونے والی تنظیم کے دو حقیقی فرائض ہوں گے۔ جن سے وہ ایک لمحے کے لئے بھی آنکھیں بند نہیں کر سکتی، اور جن پر اس کی کوششیں برابر مرکوز رہیں گی۔

ایک تو یہ کہ دوسرے افراد ملت کو 'رجوع الی الحق' کی دعوت دے، دوسرے یہ کہ افراد تنظیم کی تعلیم و تربیت کا اہتمام رکھے۔ ان دونوں باتوں کی ضرورت اور اہمیت بالکل واضح ہے۔ پہلی کا منشا یہ ہے کہ تنظیم کا اکھوا برابر بڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ وہ تناور درخت بن جائے۔ اور امت کے بکھرے ہوئے اجزاء ایک ایک کر کے اس کے نیچے آ جائیں۔ دوسری غرض و غایت یہ ہے کہ تنظیم کی اندرونی توانائی برابر قائم رہے۔ نہ صرف قائم رہے بلکہ بڑھتی رہے۔ اس کے افراد میں ایمان، تقویٰ اور اسلام کی روح مرجھانے نہ پائے۔ بلکہ پیہم حیات تازہ پاتی رہے۔ ان کے اندر تنظیم سے وابستگی کا حقیقی محرک کبھی کمزور پڑنے پائے، نہ کسی اور محرک سے متاثر ہونے پائے۔

تنظیم نو کی عملی شکل

تنظیم ملت کا طریقہ متعین ہو جانے کے بعد یہ بحث اصولاً تو ختم ہو جاتی ہے مگر عملاً ختم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایک مسئلہ اب بھی حل طلب رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس تنظیم نو کی عملی شکل کیا ہوگی؟ یہ کام کس طرح انجام پائے گا؟ ایک نبی کی موجودگی میں تو یہ مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں رہتا۔ لیکن جب صرف امت ہی امت ہو تو یہ ایک اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔ البتہ جہاں تک طریق تنظیم کے پہلے اصولی نکتے کا تعلق ہے۔ اس کی حد تک تو عمل درآمد کا معاملہ بالکل صاف ہے۔ کیونکہ یہ بات ہر وقت متوقع ہے کہ فضا میں فرض کا احساس ابھر آئے۔ اور کوئی شخص یا کچھ اشخاص 'رجوع الی الحق' کی منادی کرنے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور نہ بھی ہوں تو یہ کوئی ایسی بات ہے؟ ایسا تو کسی نہ کسی شکل میں آئے دن ہوتا ہی رہتا ہے۔ لیکن پھر بعد میں کیا ہو؟ کار تنظیم کے باقی دو نو اصولی نکتوں پر عمل کیسے ہو؟ آگے قدم کس طرح بڑھے؟ اس ابھرے ہوئے احساس فرض کو، اور 'رجوع الی الحق' کی اس ابتدائی منادی کو، مطلوبہ تنظیم کی آخری منزل تک پہنچا دینے کا پروگرام کیا ہوگا؟ یہ مسئلہ صاف اور واضح بالکل نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنا حل چاہتا ہے، غور کرنا چاہیئے کہ اس کا صحیح حل کیا ہوگا؟

ظاہر ہے کہ اس حل کو تلاش کرنے کے لئے بھی ہمیں کسی اور چیز سے نہیں، بلکہ کتاب و سنت ہی سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ رہنمائی ہمیں جن آیتوں اور حدیثوں سے مل سکے گی ان میں سے کئی ایک کتاب کے ابتدائی مباحث میں نقل بھی کی جا چکی ہیں۔ ایک بار ان پر نظر ڈال لیجیئے۔ اس کے بعد سوچیئے۔ جو دین ہر کام کو حتی الوسع باہم مل کر، اور ایک امام یا امیر کی قیادت میں انجام دینا ضروری یا کم از کم پسندیدہ قرار دیتا ہو، جو نماز جیسی بظاہر مکمل علیحدگی اور تنہائی چاہنے والی عبادت کے لئے جماعت کا مثالی اہتمام اور ایک امام کی معیاری اقتداء واجب قرار دیتا ہو۔ جو زکوٰۃ، حج اور روزے کی عبادتوں کو بھی ممکن حد تک، اجتماعی شکل ہی میں ادا کرنے کا حکم دیتا ہو۔ جو اس بات تک کو جائز نہ سمجھتا ہو کہ جنگل میں سفر کرنے والے تین آدمی بھی اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر نہ بنائے ہوئے ہوں ——— کیا ایسا دین اس بات کو پسند کر سکتا ہے کہ تنظیم ملت جیسی عظیم الشان مہم کسی نظم و قیادت کے بغیر انجام دی جاتی رہے؟ اور کیا تنظیم کا یہ طریقہ اس کی ان ہدایتوں سے ہم آہنگ اور اس کے مزاج کے مطابق ہوگا؟ عقل سلیم اس سوال کا جواب یقیناً نفی ہی میں دے گی۔ بلاشبہ تنظیم کے دور میں بھی "جماعت"، اور "امیر"، "نظم" اور "اطاعت"

کے الفاظ سے جانے نہیں سکتے۔ مگر یہ نگاہ کا دھوکا ہوگا اگر ہم اس سے یہ خیال کریں کہ وہاں ان الفاظ کے معانی بھی موجود نہ تھے۔ بسا ذات گرامی پر اس کے فداکار ساتھی اپنی جانیں نچھاور کئے تھے۔ جو اس آسمان کے نیچے ان کے سب سے محبوب متاع تھی جس کے اشارے پر کٹ جانے کے لئے بڑے بڑے آمروں اور شہنشاہوں کے فرامین سے بڑھ کر واجب التعمیل اور قابل احترام تھے۔ اور کب اس بات کی ضرورت مند تھی کہ ان کے سامنے اپنی قیادت اور امارت کا قانونی لفظوں میں اعلان کرے اور ان سے اپنی اطاعت کے عہد نامے لکھوائے! چنانچہ اس پورے دور میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں پایا جا سکتا جو اس بات کا شاہد ہو کہ وہاں معنی بھی نظم اجتماعی اور نظام اطاعت موجود نہ تھا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اہل ایمان کی صفت ”وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ“ کے الفاظ مکہ ہی میں نازل ہو چکے تھے۔ کیا یہ الفاظ ان لوگوں کے حق میں زبان پر لائے جا سکتے تھے جن میں نہ کوئی اجتماعیت ہو اور نہ نظم؟ کوئی شک نہیں کہ تاریخی حقائق کی طرح یہ الفاظ قرآنی بھی اس امر کا ثبوت ہیں کہ مکی دور میں نظم و اطاعت کے الفاظ چاہے استعمال نہ کئے گئے ہوں۔ لیکن وہاں ایک مضبوط نظم ضرور موجود تھا۔ ایک مثالی اجتماعیت یقیناً کارفرما تھی۔ دعوت اقامت کے اہم معاملات میں سر جوڑ کر بیٹھا جاتا تھا۔ غور و بحث کے بعد فیصلے ہوتے تھے۔ اور ان فیصلوں کے مطابق ہی پورا گروہ مومنین عمل پیرا ہوتا تھا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اِذن کے بغیر کوئی بات انجام پاتی تھی۔

بہتر ہوگا کہ اس جگہ ایک اصولی حقیقت سمجھ لی جائے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب تک دعوت حق قبول کرنے والے افراد اس طرح کے لوگ ہوتے ہیں جس طرح کے لوگ مکی دور کے اہل ایمان تھے۔ اور ان کا داعی اور رہنما اس طرح کی شخصیت ہوتی ہے جس طرح کی شخصیت ان کے رہنما کی وہاں موجود تھی۔ اس وقت تک جماعت اور اس کے نظم اور اطاعت کے الفاظ بولے جانے کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس وقت ان الفاظ کا بولا جانا اس شخصیت کے مقام عظمت و محبوبیت پر بھی حرف لانا ہے۔ اور اس کے مخلص پیروؤں کے جذبۂ محبت و تسلیم کی بھی ایک گونہ توہین ہے۔ یہ الفاظ تو صرف اسی وقت بولے جا سکتے ہیں جب یہ دونوں باتیں ان میں سے کوئی ایک موجود نہ پائی جاتی ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مکے میں جہاں ”اِعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ“ کی تلقین کافی تھی وہاں مدینے میں بِحَبْلِ اللّٰهِ کی صراحت ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وَلَا تَفَرَّقُوْا

کی کھلی ہدایت بھی ضروری ہوگئی[1]۔ اسی طرح مکی دور میں نظم و اطاعت کا ظاہر لفظوں میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر مدنی دور شروع ہوتے ہی ”اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ“ کے الفاظ استعمال کئے جانے لگے۔ ایسا صرف اس لئے ہوا کہ مدینے میں پہلی بات موجود نہ رہ گئی تھی۔ یعنی اس وقت کے اہل ایمان بلا استثناء سب کے سب ویسے ہی مخلص، فداکار اور سراپا اطاعت نہیں رہ گئے تھے جیسے کہ مکی دور کے تھے۔ بلکہ ان میں خاصی تعداد کے مسلمانوں کی اور منافقوں کی بھی آگھسی تھی جن کا ایمان ضعیف یا نفاق انہیں دینی مطالبوں کی خلاف ورزیاں کرنے پر اکسا دیا کرتا تھا اس لئے اب ناگزیر ہو گیا کہ گروہ مومنین کو ایک متحد گروہ بنے رہنے کا۔ اور اللہ و رسول اور اولو الامر کی اطاعت کا صریح لفظوں میں بھی حکم دیا جائے۔

یہ تو اس صورت حال کی مثال تھی جب کہ داعی اور رہنما کی شخصیت معیاری اور مثالی قسم کی ہو مگر اس کے پیرو تمام معیاری اور مثالی قسم کے نہ ہوں۔ رہی اس کی الٹی صورت حال کی بات، تو اس کی مثالوں سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ جہاں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ جب بھی کچھ مسلمان کسی ضرورت کی بنا پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قیادت سے کچھ دنوں کے لئے الگ ہوتے تو ایک امیر کے بغیر اپنے قدم نہ اٹھاتے مدنی دور میں آئے دن وفود بھیجے جاتے اور مہمیں روانہ کی جاتی تھیں۔ مگر کوئی وفد یا کوئی دستہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس کا ایک امیر نہ ہو۔ مکی دور میں اگرچہ اس طرح کی صورتیں پیش آنے کے حالات زیادہ موافق نہ ہونے کے برابر تھے۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آئی تو اس وقت بھی کوئی دوسرا طریق کار اختیار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ہجرت حبشہ کے موقع پر جب کچھ مسلمان آپ کی صحبت سے الگ ہو رہے تھے تو ایسا نہیں ہوا کہ ہر شخص نے اپنے طور پر اپنی راہ لی ہو۔ بلکہ سب نے ایک جماعت بن کر اور ایک تہائی وقت کے سمت ہجرت کی تھی۔ سب سے پہلا قافلہ جو صرف دس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس قافلے کا سربراہ مقرر فرمایا تھا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۱)

غرض مکی دور کی ظاہری صورت حال کو دیکھ کر یہ گمان کر بیٹھنا صحیح نہ ہوگا کہ وہاں فی الواقع بھی کوئی اجتماعی نظم کارفرما نہ تھا۔

[1] اِعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ کے الفاظ سورۂ حج کے ہیں جو مکی سورہ ہے اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کا ارشاد سورۂ آل عمران کا ٹکڑا ہے جو مدنی سورہ ہے۔

اس بحث سے ملت کے طریق تنظیم کے بارے میں دین کا تقاضا اور شریعت کا نقطۂ نظر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور کتاب و سنت کی عام اجتماعی ہدایتیں یہی تلقین کرتی ہیں کہ ملت کی اصلاح و تنظیم جدید کا فریضہ بھی اجتماعی طور پر ایک نظم اور ایک قیادت کے تحت انجام پانا چاہیئے۔

شرعی نقطۂ نگاہ کے بعد اگر عقلی اور تجرباتی پہلوؤں سے دیکھیے تو بھی بات یہی نکلے گی۔ تاریخ کے وسیع ذخیرے میں اس بات کی کوئی ایک مثال بھی نہیں پائی جا سکتی کہ دنیا کا کوئی اجتماعی انقلاب کسی اجتماعی اور منظم سعی و جہد کے بغیر برپا ہوا ہو۔ اس دنیا میں کام کرنے والے قوانین کہتے ہیں کہ ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایک مضبوط اجتماعی نظم کے بغیر اگر تنظیم ملت کی مہم چلائی جائے گی تو وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔ اس سلسلہ میں انفرادی اصلاح و تربیت کی جو کوششیں انجام دی جائیں گی ان کا حاصل صرف یہ ہوگا کہ ”مسلمانوں“ کے اس جنگل میں کچھ مخلص و دیندار اور ملی نظام اجتماعی کی بحالی کے خواہشمند افراد پیدا ہو جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے افراد کی تعداد ”کچھ“ کے بجائے ”بہت“ ہو، مگر جب تک اس متفقہ اجتماعی نصب العین کو پا لینے کا جذبہ ان سب کو ایک ہی شیرازے میں مضبوطی سے باندھے ہوئے بھی نہ ہو۔ اور اس غرض کے لئے اجتماعی نظام اور قیادت موجود نہ ہو۔ ملت اس اجتماعیت سے قیامت تک بہرہ ور نہیں ہو سکتی جو اللہ کے دین کو مطلوب ہے۔ اور جس کے بغیر بقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام اسلام نہیں رہتا۔ ایسے مخلص دیندار اور ملی تنظیم کے خواہشمند افراد کے وجود کو جو بجائے خود اپنی کوئی تنظیم اور قیادت کے خود گنے ہوں، ملت کی تنظیم نو کی ضمانت سمجھنا

بالکل ایسا ہی ہے جیسے کچی اینٹوں کو اوپر تلے رکھ کر یہ سمجھ لیا جائے کہ کسی جنگی قلعے کی دیوار تیار ہو گئی ہے۔ یقیناً یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ مسلمانوں کے اور سارے کام تو منضبط طور پر ایک نظم اور ایک قیادت کے تحت انجام پائیں۔ ان کا دین ان سے یہی چاہتا ہو۔ مگر ٹھیک وہی مہم اس طرح کے نظم و انضباط سے بے بہرہ ہو جو ملت کو ایک مضبوط اجتماعیت اور نظم سے بہرہ ور کرنے ہی کے لئے جاری کی گئی ہو! کیا ایسی صورت میں یہ مہم اپنی مخالف خود آپ ہی نہ ہوگی؟ اور کیا اس کے ناکام ہو جانے کا یقین دلانے کے لئے خود یہی بات کافی نہ ہوگی کہ نظم و اجتماعیت کی اس متلاشی جد و جہد میں سب کچھ ہے مگر ایک نظم و اجتماعیت ہی نہیں ہے؟

غرض جس پہلو سے بھی دیکھیے ملی تنظیم کے باقی دونوں اصولی نکات کو بروئے کار لانے کی شکل عملاً یہی قرار پائے گی کہ جو لوگ اس مقصد سے شعوری طور پر وابستہ ہو جائیں وہ ایک جماعتی نظم قائم کریں۔ اور اپنے میں سے ایک ایسے فرد کو اس نظم کا سربراہ منتخب کریں جو اس مقصد کی سب سے زیادہ اچھی خدمت انجام دے سکتا ہو۔ پھر ان کا ایک مؤثر شورائی نظام ہو۔ جو ”اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ“ کے تقاضوں کا حق ادا کرتا ہو۔ اور اس طرح پورے نظم و ضبط کے ساتھ یہ بھاری اور لمبی مہم مسلسل چلتی رہے۔

حقیقت کسی اظہار و بیان کی محتاج نہیں کہ یہ جماعت بجائے خود الجماعت نہ ہوگی۔ نہ یہ تنظیم، ملی تنظیم کا بدل ہوگی۔ بلکہ اسے وجود میں لانے کے لئے ہوگی۔ جمعیت رسول اور سنت خلفائے راشدین کے بالمقابل یہاں اس کی زمام کار رہے گی۔ اپنی غربت، اجنبیت سے وہ پہچانی جائے گی۔ دین حق اور طریق رسول کے جس گوشے کو بھی اجاڑا یا بگاڑا جا چکا ہے۔ اس کی تعمیر و اصلاح میں وہ کسی ممکن سعی سے دریغ نہ کرے گی (اَلَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ)

جلسہ پیشوایان مذاہب

رپورٹ آمدہ سیکرٹری صاحب تبلیغ جماعت احمدیہ کیرنگ

مورخہ ۳۰ راپریل کو کیرنگ سے تین میل دور موضع تیتی برجا میں جلسہ پیشوایان مذاہب منعقد کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت مکرم مولوی سید محمد موسےٰ صاحب مبلغ سلسلہ نے فرمائی۔ تلاوت قرآن کریم و نظم خوانی کے بعد مکرم منشی فیاض الدین خان صاحب نے جلسہ کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ سری کلنکی اوتار کی آمد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ وہی موعود ہیں جن کا دنیا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ جو کہ اقوام عالم میں سچائی اور امن کا پرچار کر کے دنیا کو عذاب سے بچا رہے ہیں۔ شیخ مکرم علی صاحب نے حضرت رامچندر جی اور حضرت کرشن جی کے حالات زندگی اور ان کی پاکیزہ تعلیمات کو وضاحت سے بیان کیا۔ مکرم گلاب دین صاحب نے حضرت احمد علیہ السلام کے متعلق وید وں کے حوالہ سے تقریر فرمائی جس کا حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔ اس کے بعد مکرم مولوی محمد موسےٰ صاحب صدر جلسہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور اوصاف حمیدہ پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کرنے سے ہی دنیا میں حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے۔ سامعین کی کافی تعداد تھی۔ اور انہوں نے پوری توجہ اور دلچسپی سے تقاریر سنیں۔ اور بہت متاثر ہوئے۔ بعد ازیں دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

میری والدہ کی وفات

از قریشی عطاء الرحمن صاحب نائب ناظر دعوت و تبلیغ و ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان

میری والدہ محترمہ خدیجہ بی بی صاحبہ اہلیہ محترم حافظ محمد امین صاحب قریباً ۱½ سال سے پاکستان سے آکر قادیان میں میرے پاس مقیم تھیں اور باوجود ستر سال کی عمر ہونے کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت بہت اچھی تھی۔ ان کو آنکھوں میں ایک عرصہ سے سیاہ موتیا بند کی شکایت تھی لیکن ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت تین چار سال تک کوئی فکر کی بات نہ تھی۔ وہ ۶/۵ کو حسب معمول نماز عشاء فارغ ہو کر وہ سونے کے لئے لیٹ گئیں۔ رات بارش اور کڑک غیر معمولی طور پر تیز تھی لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد ان کو سر درد شروع ہو گئی اور آنکھوں میں بھی درد ہونے لگی لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ علی الصبح ۷/۵ بروز جمعۃ المبارک تہجد کے لئے ہم دونوں اُٹھے بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ اس وجہ سے ہم نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ اور چونکہ بجلی بند تھی اور رات اندھیری تھی۔ اس لئے انہوں نے نظر کے متعلق خیال نہیں کیا۔ نماز تہجد اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد پھر لیٹ گئیں۔ صبح روشنی ہونے پر میں نے انہیں آواز دی تو کہنے لگیں کہ ابھی اندھیرا ہے میں نے کہا کہ روشنی ہو گئی ہے۔ اُس وقت انہیں محسوس ہوا اور مجھے بتایا کہ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ اُسی وقت قادیان میں علاج کے مشورہ کے لئے تگ و دو کی گئی۔ اور مشورہ کے مطابق اُن کو امرتسر لے جایا گیا جہاں ماہر امراض چشم نے دوسرے دن ۸/۵ کو سیاہ موتیا بند کا اپریشن کیا جو کامیاب رہا۔ اور پٹی کھلنے کے بعد ۱۴/۵ کو واپس قادیان لایا گیا۔ اور آہستہ آہستہ آنکھیں تندرست ہونے لگیں لیکن ۱۹/۵ کو علی الصبح ۳-۴ بجے کے درمیان دو تین الٹیاں زور سے آئیں جس سے دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ اور وہ بے ہوش ہو گئیں۔ اُسی وقت انچارج احمدیہ شفاخانہ نے آکر دوائی پلائی اور ٹیکہ لگایا اور تھوڑی دیر میں محترم ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب کو بھی بلایا گیا انہوں نے ایک اور دوائی بتائی جو اُسی وقت بٹالہ سے منگوائی گئی۔ اور اس کا ٹیکہ لگایا گیا۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہونے سے ان کو سول ہسپتال بٹالہ میں لے جایا گیا۔ وہاں کے ڈاکٹر صاحب نے بڑی ہمدردی سے غور معائنہ فرمایا اور ٹیکے وغیرہ لگائے۔ لیکن آخر انہوں نے بتایا کہ اس مرض سے جانبر ہونا مشکل ہے چنانچہ اُن کے مشورہ سے اُن کو دوسرے دن ۲۰/۵ کو ہم قادیان واپس لے آئے اور ان کی ہدایت کے مطابق علاج جاری رکھا۔ ۲۱/۵ کو بروز جمعہ صبح سے انکی حالت خراب ہونی شروع ہو گئی۔ اور بالآخر اسی دن ۲ بجکر ۵۵ منٹ پر بعد دوپہر جبکہ جمعہ کی نماز ختم ہو چکی تھی اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شام کو ۴½ بجے کے قریب محترم مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جنازہ پڑھایا۔ جس میں باوجود موسم کی خرابی کے ایک کثیر تعداد درویشان کی شامل ہوئی۔ اور ۵½ بجے شام ان کو بوجہ موصیہ ہونے کے بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے آخری دعا کرائی۔

مرحومہ نہایت نیک عابدہ زاہدہ اور تہجد گذار تھیں۔ اور اپریشن کرانے کے بعد بھی جب تک ہوش میں رہیں تہجد اور نماز باقاعدہ ادا کرتی رہیں۔ قادیان کی بعض مستورات کا کہنا ہے کہ اپریشن کے بعد جب قادیان آئیں تو دو تین دن کے بعد ایک دن کہنے لگیں کہ یہ جمعہ تو یہاں پڑھوں گی اور اگلا اُدپر جا کر پڑھوں گی۔ چنانچہ اس کے مطابق ۲۱/۵ کو بروز جمعہ نماز جمعہ کے قریباً نصف گھنٹہ بعد وفات پائی۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ میری والدہ مرحومہ مغفورہ کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ مرحومہ کی اولاد پانچ لڑکے تین لڑکیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں جن میں سے ہم دو بھائی یعنی خاکسار اور برادرم عزیزم قریشی عبد القادر صاحب اعوان بطور درویش قادیان میں مقیم ہیں۔

خاکسار قریشی عطاء الرحمن درویش قادیان

درخواست دعا

خاکسار کی والدہ صاحبہ عرصہ چار ماہ سے متواتر بیمار چلی آرہی ہیں۔ کافی علاج کرایا گیا مگر ابھی تک افاقہ نہیں ہوا۔ جسم میں درد کے علاوہ بخار اور دماغ کی خرابی کا عارضہ ہے۔ احباب جماعت از راہ کرم والدہ محترمہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار عبد الحق چارکوٹ

ایک حادثہ اور درخواست دعا

کل بتاریخ ۱۷ مئی ۱۹۶۵ء بوقت شام تقریباً ۸ بجے مکرم و محترم جناب الحاج سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ رانچی جمشید پور سے ایک مقدمہ کی پیروی کر کے واپس آرہے تھے کہ اچانک چاس روڈ پر کار کا بریک فیل ہو جانے کی وجہ سے گاڑی ڈرائیور کے قابو سے باہر ہو گئی۔ اور گاڑی روڈ کے کنارے ایک گڑھے میں جا گری جس کی وجہ سے محترم وکیل صاحب کو جسم کے مختلف حصوں میں ضربیں پہنچی ہیں۔ بالخصوص ناک اور لب کے حصہ میں دانت۔ کمر۔ دائیں پنڈلی اور گھٹنے میں ضربیں پہنچی ہیں۔ ناک پر چوٹ اور دانت ٹوٹنے کی وجہ سے خون زیادہ مقدار میں جاری رہا۔ تاہم خدا تعالیٰ کے فضل سے حالت تشویشناک نہیں۔

بہرحال محترم موصوف فی الوقت زیر علاج ہیں علاج بفضلہ تعالیٰ جاری ہے احباب کرام و درویشان عظام سے التجاء ہے کہ دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے محترم موصوف کو جلد از جلد شفائے عاجلہ عطا فرمادے اور دین کی زیادہ سے زیادہ خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین۔

آپ کے ہمراہ آپ کے ملازم کو بھی معمولی چوٹیں لگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی صحت بخشے اور ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

خاکسار سید بدر الدین احمد عفی عنہ معلم وقف جدید۔
رانچی (بہار)

موصی احباب اپنی ادائیگیوں کا جائزہ لیں

اور بقایا جلد ادا کرنے کی کوشش کریں!

جن موصی احباب کی طرف سے فارم اصل آمد پُر ہو کر آرہے ہیں۔ ان کی خدمت میں سالانہ حساب بھجوایا جاتا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ اپنی ادائیگیوں کا جائزہ لے کر جو بقایا نکلتے ہوں وہ جلد ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر بقایا زیادہ ہو جائے تو وصیت کو منسوخی کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

فارم اصل آمد

صیغہ ہذا کی طرف سے گذرے ہوئے سال یکم مئی ۱۹۶۴ء تا ۳۰؍اپریل ۱۹۶۵ء کی آمد معلوم کرنے کے لئے فارم اصل آمد تمام موصیوں کی خدمت میں بھجوائے جا چکے ہیں۔ موصی احباب سے درخواست ہے کہ وہ جلد انہیں پُر کر کے واپس ارسال فرماویں۔ تاکہ ان کا سالانہ حساب ان کی خدمت میں بھجوایا جا سکے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

وصایا

نوٹ۔ وصیتیں منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کسی وصیت کے بارہ میں کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ کو کر دیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

نمبر ۱۲۵۰۵ ۔ میں این ابراہیم ولد اے محمد کنجی صاحب قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کنانور ڈاک خانہ خاص ضلع کنانور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹-۱-۶۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری جائداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو بعوض ملازمت مجھے بطور تنخواہ ملتی ہے۔ میری تنخواہ اس وقت -/۶۵ روپے ماہوار ہے میں اپنی موجودہ آمد کے نیز آئندہ جو بھی آمد یا جائیداد ہوگی۔ ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میری وفات کے وقت جو جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

گواہ شد	العبد این ابراہیم موصی
کے بی محمود صاحب ولد عبد القادر تاجر	c/o Satyadoothan
ساکن کنانور	office p.o Cannanore
۱۹-۱-۶۴	Kerala 19-1-64

گواہ شد۔ این عبد الرحیم صاحب ولد اے حمزہ صاحب ایڈیٹر ستیا دوتن کنانور

نمبر ۱۳۵۱۱ ۔ میں این عبد الرحیم صاحب ولد اے حمزہ صاحب قوم احمدی پیشہ صحافت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کنانور ڈاک خانہ خاص ضلع کنانور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸-۱-۶۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ میں اس وقت ملیالم زبان کے ماہواری رسالہ ستیا دوتن کا ایڈیٹر ہوں۔ اور مجھے -/۹۵ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا یا جو آمد ہوگی اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری وفات کے وقت میری جو جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

العبد این عبد الرحیم موصی ۱۸-۱-۶۴ ۔ گواہ شد کے سی محمود صاحب ولد عبد القادر صاحب احمدی ساکن کنانور ۱۸-۱-۶۴ ۔ گواہ شد صدیق امیر علی صاحب ولد کنج احمد صاحب ساکن موگرال ضلع منگلور کیرالہ حال وارد کنانور ۱۸-۱-۶۴ ۔

نمبر ۱۳۵۲۴ ۔ میں کے۔ ٹی۔ ایچی فاطمہ زوجہ ٹی علی صاحب قوم احمدی پیشہ خانہ داری عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کالیکٹ ڈاک خانہ خاص ضلع کالیکٹ صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵-۱-۶۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے:-

(۱) حق مہر -/۲۰۰ روپیہ بذمہ شوہر ہے۔

(۲) زیور ریکانٹے طلائی وزنی پون تولہ قیمت -/۷۰ روپیہ۔ چوڑیاں طلائی دو عدد وزن ایک تولہ قیمت -/۱۲۵ روپے

(۳) رسٹ واچ قیمت -/۸۰ روپیہ۔

میں اپنی اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت جو جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری کوئی آمد نہیں ہے۔ اگر آئندہ ہوگی تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامتہ کے۔ ٹی۔ ایچی فاطمہ موصیہ

گواہ شد کے۔ پی۔ اسو صاحب ولد ممو صاحب صدر جماعت احمدیہ کالیکٹ ۲۵-۱-۶۴ ۔
گواہ شد۔ ٹی علی صاحب ولد امو صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کالیکٹ ۲۵-۱-۶۴

نمبر ۱۳۵۲۹ ۔ میں ارشاد حسین صاحب ولد احمد حسین قوم احمدی پیشہ تجارت عمر ۲۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن حیدر آباد دکن ڈاک خانہ خاص ضلع حیدر آباد صوبہ آندھرا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸-۱۱-۶۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ تجارت کے کام میں مدد دیتا ہوں اور مجھے مبلغ -/۳۰ روپیہ ماہوار والد صاحب کی طرف سے ملتا ہے میں اپنی موجودہ و آئندہ آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میری یہی وصیت میری آئندہ اور بوقت وفات جائداد پر بھی حاوی ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد ارشاد حسین موصی ۸-۱۱-۶۴ ۔ گواہ شد یوسف حسین ولد احمد حسین صاحب مومن منزل سعید آباد حیدر آباد دکن ۸-۱۱-۶۴ ۔ گواہ شد مولوی احمد حسین صاحب ولد مولوی مومن حسین صاحب مومن منزل

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا نیا مالی سال

وصولی بقایا جات اور صحیح تشخیص بجٹ کی طرف خاص توجہ دی جائے

یکم مئی ۱۹۶۵ء سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کا نیا مالی سال شروع ہو چکا ہے۔ گذشتہ مالی سال کے آخر تک جملہ جماعتوں کے بجٹ۔ وصولی اور بقایا کی پوزیشن کی اطلاع ہر جماعت کے سیکرٹری مال کو عنقریب بھجوائی جا رہی ہے جس کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ متعدد جماعتوں کے ذمہ لازمی چندہ جات کی کثیر رقم بقایا ہے۔ اور بعض جماعتوں کے ذمہ کئی سالوں کی رقوم بقایا چلی آرہی ہیں۔ ایسے بقایا جات کی وصولی تب ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ جب جماعتوں کے جملہ افراد اور عہدیداران ایک نئے عزم اور ارادہ کے ساتھ بقایا داران اور نادہندہ افراد کو بار بار جھنجھوڑیں۔ اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک کہ وہ بیدار ہو کر اپنی مالی ذمہ داری کو عملی طور پر ادا کرنا شروع نہ کر دیں۔

بنیادی طور پر یہ بات جماعتی چندوں میں غیر معمولی اضافہ کا باعث ہو سکتی ہے۔ وہ بجٹ کی صحیح تشخیص اور نادہندوں کے متعلق مؤثر کارروائی کا کرنا ہے۔ لیکن بہت سی جماعتیں اول تو نادہندہ افراد کو بجٹ میں شامل کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ اور اگر کسی کا نام لکھتی ہیں تو بجائے آمد کے مطابق پوری شرح سے بجٹ بنانے کے جو چندہ کوئی دکھا دے وہی بجٹ میں لکھ لیا جاتا ہے۔ اس طرح بے شرح اور نادہندہ افراد کی اصلاح میں رکاوٹ ہوتی ہے اور آمد لازمی چندہ جات میں اضافہ نہیں ہو سکتا

دوسری اہم بات نظام وصیت میں شمولیت ہے۔ اور مرکز کی مالی حالت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے ضروری ہے کہ صاحب جائداد موصیان اپنی زندگی میں حصہ جائداد ادا کر دیں۔ اس تحریک کو متعدد دفعہ پیشتر ازیں بذریعہ اخبار بدر اور سائیکلو سٹائل تحریک کیا جا چکا ہے لیکن تا حال بہت کم دوستوں نے اس طرف توجہ دی ہے۔

جس حد تک بقایا دار احباب کا تعلق ہے اُن کی فوری توجہ کے لئے سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل تاکیدی ارشاد درج کیا جاتا ہے۔

> "میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں۔ توجہ دلاتا ہوں
> کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں۔ ...... وہ مجھے یہ
> بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات بہت زیادہ ہیں۔
> یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔"

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب جماعت بالخصوص عہدیداران اور مبلغین کرام اپنی مالی ذمہ داری کو ادا کرنے کی طرف کما حقہٗ توجہ دیں۔ اور جملہ سست۔ کمزور اور بقایا دار احباب کی اصلاح کے لئے فوری طور پر کوشش فرمادیں۔ تاکہ نئے مالی سال میں نہ صرف سو فی صدی ادائیگی ہو سکے بلکہ ساتھ کے ساتھ سابقہ بقایا کی خاطر خواہ وصولی بھی ممکن ہو سکے۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت مرکز کے ساتھ تعاون فرماتے ہوئے اپنے مالی فرائض کی طرف متوجہ ہو کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ سب کو اس کی توفیق بخشے اور حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا

میرے خسر محترم جناب مولوی نعیم احمد صاحب جو ایک مخلص تبلیغی کا ذوق رکھنے والے احمدی بزرگ ہیں۔ اور جماعت احمدیہ مونگھیر کے مقامی امیر بھی، ان دنوں بوجہ ضعف، بلڈ پریشر اور اعصابی درد و دیگر تفکرات کے صاحب فراش ہیں۔

بزرگانِ دین اصحاب احمد علیہ السلام اور احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت، درازیٔ عمر اور تفکرات سے مخلصی کے لئے دعا فرمائیں۔

عبد الکریم رضی احمد
از سلطان گنج بھاگل پور

پروگرام دورۂ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال

جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند مورخہ ۲۶/۵/۶۵ تا ۱۵/۶/۶۵

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند کے عہدیداران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال مورخہ ۲۶/۵/۶۵ تا ۱۵/۶/۶۵ مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق بغرضِ پڑتال حسابات و وصولی چندہ جات کے سلسلہ میں دورہ کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ جملہ عہدیداران کما حقہٗ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

نمبر شمار	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی	کیفیت
۱	سعید آباد	-	-	۲۶-۵-۶۵	-
۲	بمبئی	۲۷-۵-۶۵	۳	۳۰	-
۳	بلگام	۳۱	۱	۱-۶-۶۵	-
۴	ساونت واڑی (باندہ)	۱-۶-۶۵	۱	۲	-
۵	نند گڑھ	۲	۱	۴	-
۶	ہبلی دھارواڑ	۴	۲	۶	-
۷	شیموگہ	۷	۳	۱۰	-
۸	سوراب	۱۰	½	۱۰	-
۹	ساگر	۱۰	۱	۱۱	-
۱۰	شیموگہ	۱۱	½	۱۱	-
۱۱	بنگلور	۱۲	۲	۱۴	-
۱۲	حیدر آباد	۱۵	-	-	-

خبریں

شکاگو ... شکاگو ٹریبیون نے لکھا ہے کہ امریکہ کے فوجی حکام کو اندیشہ ہے کہ ایک ایٹمی ہتھیار کے جو بڑے حملہ کے خلاف موثر ہتھیار ہے۔ استعمال پر عمل ... پر پابندی لگا دی ہے یہ پابندی سینیٹ لیڈروں کے اصرار پر لگائی گئی ہے۔ اور اس بر سرکردہ فوجی افسروں نے زبردست پروٹسٹ کیا ہے۔ یہ ہتھیار ایک سوئٹن کی بارودی طاقت کی قوت کا ہے سارے محاذ پر ایسے ہتھیاروں کی موجودگی دشمن کو حملہ سے باز رکھ سکتی ہے۔ ایسے ہتھیار آگے بڑھنے والے ٹینکوں اور بری دستوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔ یہ ہتھیار یورپ میں عنقریب بھیجے جا رہے ہیں۔ اور یہ ویتنام نہیں بھیجے گئے۔

کرنال ۱۴ مئی۔ سابق ریلوے منسٹری شری جگجیون رام نے کل اعلان کیا کہ جب تک کچھ کے علاقہ میں پاکستان کی جارحیت ختم نہیں ہو جاتی تب تک بھارت چین سے نہ بیٹھے گا۔ بھارت کوئی جارحانہ ارادہ نہیں رکھتا لیکن وہ جنگ سے نہیں ڈرتا۔ جب وہ اُن کی سرحدوں سے کسی نے لڑائی چھیڑنے کی جسارت کی تو یہ عالمگیر جنگ بن جائے۔ یہ دیش کے وقار کا سوال ہے۔ جو بہت عزیز ہے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ اتحاد اور فرقہ وارانہ یگانگت برقرار رکھیں۔

نئی دہلی ۱۴ مئی۔ وزارت خارجہ نے مختلف مرکزی محکموں کو خاص طور پر پبلسٹی سے وابستہ مختلف محکموں کو ایسے بھارتی علاقوں کے متعلق جن پر کہ پاکستان یا چین نے حق جتایا ہوا ہے ذریعہ متنازعہ کا لفظ استعمال کرنے کے بارے میں خبردار کیا ہے وزارت خارجہ کی طرف سے حال ہی میں ایک سرکلر جاری کیا گیا ہے جس میں بتایا گیا کہ پاکستان اور چین کی اختیار کردہ پالیسی کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ بھارتی علاقہ پر حق جتاتے ہیں۔ اور اس طرح سے یکطرفہ اور جھوٹے دعوے کی بنا پر اس علاقہ کو جس پر وہ حق جتاتے ہیں متنازعہ قرار دیتے ہیں۔

امرتسر ۱۴ مئی۔ پنجاب کے ساتھ لگنے والی پاکستانی سرحد پر پاکستان کے ستلج رینجرز کی گشت تیز ہو گئی ہے۔ پہلے یہ سرحد پر کم تعداد میں دکھائی دیتے تھے۔ لیکن اب ان کی تعداد بڑھ چکی ہے۔ ان کے علاوہ پاکستانی فوج کے آدمی بھی سرحد پر گھومتے دکھائی دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان نے پولیس کے علاوہ فوج بھی کافی تعداد میں سرحد پر تعینات کر دی ہے۔ اس سے پہلے پاکستان کی سرحدی چوکیاں سرحد سے چار چار، چھ چھ میل پیچھے تھیں۔ لیکن اب وہ ڈیڑھ دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر آگئی ہیں۔ تمام سرحدی

دیہات میں سے دیہاتیوں کو نکال دیا گیا ہے اور فوج نے جگہ جگہ ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔

نئی دہلی ۱۴ مئی۔ آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ پاکستان کی بری فوج اور ہوائی فوج نے پختونستان کی تحریک کو کچلنے کے لئے مہمند اور بنیر قبائل کے خلاف زبردست کارروائی کی۔ ان کے دیہات پر گولہ باری اور بم باری کی۔ اور ہوائی جہازوں نے مشین گنوں سے گولیاں چلائیں ان حملوں میں بہت سے پٹھان مرد عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حملے اور بمباری گذشتہ سال کی بمباری اور فوجی کارروائیوں کو مات کر گئی۔ یہ بھی اطلاع ہے کہ مہمند باجوڑی اور راستان خیل قبائل کو دبانے کے لئے گندھارے زنگی کڑپا اور رنگکائی وغیرہ جگہوں پر بھی فوجی کارروائی کی گئی۔ لیکن پاکستان کی اس سخت گیری کے باوجود پختونستان کو دبایا نہیں جا سکا۔

شیلانگ ۱۴ مئی۔ سرکاری حلقوں نے بتایا ہے کہ مشرقی سرحد کے ساتھ ساتھ پاکستانی فوجوں کا بھاری جماؤ ہو رہا ہے۔ مغربی پاکستان سے ہوائی اور بحری جہازوں کے ذریعہ تازہ فوجی کمک مشرقی پاکستان پہنچ رہی ہے۔ یہ نئی فوجیں جن میں توپ خانہ بھی شامل ہے ایسٹ پاکستان رائفلز کی جگہ لے لیں گی۔ پاکستان تریپورہ، کا چار، کھاسی جینتیا ہلز کے ساتھ ساتھ فوجیں زیادہ تعداد میں جمع کر رہا ہے۔ مغربی بنگال سرحد پر پاکستانی فوجوں کا اجتماع بدستور جاری ہے۔

نئی دہلی ۱۴ مئی۔ سرکاری ترجمان نے بتایا ہے کہ یہاں موصول شدہ اطلاع کے مطابق بھارتی کوہ پیماؤں کی ٹیم نے آج تیسری بار ماؤنٹ ایورسٹ سر کر لی ہے۔ ٹیم کے دو ممبر سی پی۔ وہرا اور انگ کمی شیرپا ہے دو روز کی مدد سے صبح ۱۰ بجکر ۲۰ منٹ پر ایورسٹ چوٹی پر دیکھے گئے۔ اس سے پہلے وہ صبح ۸ بجکر ۵۰ منٹ پر ماؤنٹ ایورسٹ کے نیچے کی چوٹی ۲۸۰ پر دیکھے گئے۔ وہ بعد دوپہر ایک بجکر ۲۵ منٹ پر واپس جاتے ہوئے دکھی چوٹی سے ۱۰۰ انچ نیچے دیکھے گئے۔ اس سے پہلے ۱۹۶۳ء میں امریکی کوہ پیماؤں کی ٹیم نے تین بار چوٹی سر کرنے کا کارہائے نمایاں سرانجام دیا تھا۔ ریکارڈ توڑ چوتھی کوشش کا انحصار موسم ہو گا اور سر دست اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

چنڈی گڑھ ۱۴ مئی۔ پنجاب کے وزیر مال میجر ہرینڈر سنگھ نے آج یہاں ایک پریس انٹرویو میں انکشاف کیا کہ بھارتی فوج میں والدین کی اپنے بچے بھرتی کرانے میں حوصلہ افزائی کرنے کے لئے پنجاب سرکار نے فیصلہ کیا ہے کہ ان والدین کو بطور روپیہ سالانہ جنگی جاگیریں دی جائیں گی جن کے تین بچے فوج میں کام کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ تین سے زائد بچے بھرتی کرانے پر والدین کو فی بچہ چالیس روپیہ سالانہ کی زائد گرانٹ ملے گی۔ یہ جاگیریں تا حیات ملتی رہیں گی۔ اور اس کی وفات کی صورت میں ماتا کو ملے گی۔

درخواست دعا

میرے نانا جان مکرم عبد الجلیل صاحب نیغی جو کافی معمر ہیں۔ جوڑوں کے درد کی وجہ سے بیمار ہیں۔ بنگلور کے ایک احمدی دوست مکرم مصطفیٰ صاحب بھی بیمار ہیں۔ ان دونوں کی شفا یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ڈی۔ ایم کریم بنگلوری قادیان